اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ

ترجمان اسلام

لاہور



دفتر جمعیۃ علماء اسلام

20/12

مولانا زکریا صاحب ۳۸۴۰۰

پیرزادہ صاحب ۳۶۲۰۰

کل بوتھ ۹۷ ہیں بقایا ۶ بوتھ کی کل تعداد ۲۰۰۰

ریڈیو سے اعلان :

پیرزادہ ۵۸۰۰۰

مولانا زکریا ۳۲۰۰۰

مولانا محمد زکریا جیت کر بھی ہار گئے۔

مضمون اندر کے صفحات پر

یہ دین برابر قائم رہے گا اور اس کے لئے مسلمانوں کا ایک طبقہ لڑتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے

—— حدیث

غریبوں کے لہو سے اب نہ کھیلی جائیگی ہولی!

ہمارے دیس میں نافذ نظامِ مصطفٰے ہوگا — وہی اب سربراہ ہوگا جسے خوفِ خدا ہوگا

غلامانِ محمدؐ سربکف میداں میں آنکلے — شرابی کی حکومت کا یقیناً خاتمہ ہوگا

خدا کے انتقامِ بے صدا کا وقت آپہنچا — کہیں آہیں پکاریں گی کہیں نالہ رسا ہوگا

گلستاں کو ضرورت ہے ہمارے خونِ تازہ کی — وہی اب سُرخرو ہوگا، لہُو جس نے دیا ہوگا

ہمارا کارواں ظلم وستم سے رُک نہیں سکتا — یہاں روشن شرافت اور اخوت کا دیا ہوگا

ہمارے فکر پر پہرے بٹھا سکتا نہیں کوئی — گلی کوچوں میں اظہارِ حقیقت برملا ہوگا

یہاں پر آمریت کا جنازہ اٹھنے والا ہے — کوئی رہزن نہ اب ارضِ وطن پہ راہ نما ہوگا

غریبوں کے لہو سے اب نہ کھیلی جائیگی ہولی — وڈیروں کو مصائب کا یہاں اب سامنا ہوگا

مجھے ہر حال میں اکرام حق کی بات کہنی ہے
گو یہ معلوم ہے زندان و زنجیریں صلہ ہوگا

اکرام القادری

اداریہ

اکرام القادری

بھارت میں اقتدار ہار گیا عوام جیت گئے!

بھارت کے حالیہ عام انتخابات میں برسر اقتدار نیشنل کانگریس اور حزب اختلاف کی چار بڑی طاقتوں پر مشتمل جنتا پارٹی میں مقابلہ ہوا۔ نتیجے کے طور پر جو کچھ سامنے آیا وہ امر مخفی نہیں۔ بھارت کے ۳۲ کروڑ عوام نے آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا استعمال کیا۔ اقتدار ہار گیا اور عوام جیت گئے عوام جس شان سے جیتے وہ شان قائم رہی۔ عوام کی اس جیت کو اقتدار سے وابستہ جماعت نے ہار میں تبدیل نہیں کیا۔ بیلٹ بکس بھی سنگینوں کے سائے میں نہیں اٹھوائے گئے۔ انتظامیہ کے اہلکاروں کی خدمات بھی حاصل نہیں کی گئیں۔ ریڈیو اور ٹی وی سے بوگس اعلانات بھی نشر نہیں ہوئے۔ عجیب تر یہ کہ مکمل نتائج کا اعلان بھی ہونے نہ پایا تھا کہ اقتدار نے کھلے دل سے اپنی شکست تسلیم کر لی اور عوام کے راستے کی دیوار بننے کی کوشش نہیں کی۔

بھارت کی وزیر اعظم نے اپنی پارٹی کی ہزیمت کے آثار دیکھتے ہی وزارت عظمیٰ کے منصب سے استعفیٰ دے دیا اور ساتھ ہی وزیر اعظم کی کابینہ کے تمام افراد بھی یک قلم مستعفی ہو گئے۔ اور اب وہ اقتدار کی منتقلی تک نگران حکومت کی حیثیت سے کام کرتے رہیں گے۔ جونہی اقتدار کی منتقلی کا مرحلہ انجام پا جائے گا تیس سال کے طویل عرصہ سے اقتدار سے وابستہ پارٹی اپوزیشن میں رہ کر ملک و قوم کی تعمیر کا کردار ادا کرے گی ــ! اس کا نام جمہوریت ہے اور اسے ہی جمہوری اقدار کی پاسداری کہتے ہیں اسی مثبت عمل سے ملک خوش حال ہوتا ہے قوم ترقی کی منازل طے کرتی ہے اور عوام کا شعور فروغ پاتا ہے، نہ صرف اندرون ملک عوام اور حکومت میں تعاون کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، بلکہ بین الاقوامی دنیا میں بھی ملک اور قوم کی نیک نامی کا چرچا ہونے لگتا ہے۔ اس مثبت عمل سے ایک ترقی پذیر ملک ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہو جاتا ہے بلکہ بسا اوقات صف اول میں پہنچنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے

عوام کی اکثریت و تائید سے منتخب شدہ سربراہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر جو بھی کام اپنے برادر وطن کی ترقی و خوشحالی کے لیے کرتا ہے اسے شکوک و شبہات کی بجائے اعتماد و یقین کی نظر سے دیکھا جانے لگتا ہے۔ اس کی ہر بات جواہرات کے تول تلتی ہے۔ عوام کی تائید و حمایت کے بل پر کامیاب ہونے والی حکومت سالوں میں نہیں دنوں میں ملک کی کایا پلٹ دیتی ہے۔

اس کے برعکس دھونس دھاندلی، گولی، لاٹھی اور آنسو گیس کی بیساکھیوں کے سہارے اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان سربراہ ملک و قوم کی بدنامی اور پستی کا سبب بنتا ہے۔ ایسے آمر مطلق حکمران کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ ملک کے غریب عوام کن کن مشکلات و درماندگیوں کا شکار رہیں اور کیا کیا جتن کر کے پیٹ کے تنور کو ایندھن فراہم کر رہے ہیں۔ اس نوع کے ڈکٹیٹر کے دور نا پرسان میں عوام کی زندگی اجیرن بنی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اپنے ہم پیالہ و ہم نوالہ مفاد پرست رفقا کی ٹکڑی کے ساتھ ناؤ نوش میں مبتلا بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست کا غلغلہ بلند کر رہا ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک کو مؤخر الذکر قسم کے حکمرانوں سے سابقہ پیش آ رہا ہے اور آج بھی ایسے ہی لوگوں سے سابقہ ہے۔ عالم یہ ہے کہ آج سے تیس سال قبل انگریز کے دور بربریت و بہیمیت

(۲۲ صفحہ)

ہفت روزہ
لاہور
ترجمان اسلام

جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۱۲

جمعۃ المبارک ۲۵ مارچ ۱۹۷۷ء ۴ ربیع الثانی

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ ۴۵ روپے
ششماہی ۲۳ روپے
سہ ماہی ۱۱/۵۰ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

ترجمان
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

پرنٹر پریس میں چھپا مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا

محمد سعید الرحمٰن علوی

کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

لاہور میں پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے دفعہ ۱۴۴ کے خلاف مظاہروں کی روئداد

۷ مارچ ۷۷ء کو انتخاب کے نام پر جو ڈرامہ رچایا گیا، اس کی تفصیلات کافی حد تک سامنے آ چکی ہیں اور اہل وطن بخوبی جان چکے ہیں کہ لاڑکانہ کے وڈیرے بھٹو نے اے رہیں سازش کے تحت حاصل کردہ تخت کو بچانے کے لئے کیا کیا فراڈ کھیلے ہیں۔

اس فراڈ، بد دیانتی اور دھاندلی کے پیش نظر پاکستان قومی اتحاد نے ۱۰ مارچ کے صوبائی انتخاب کا بائیکاٹ کر دیا۔ اور ساتھ ہی ۱۱ مارچ کو ہڑتال کا اعلان کر دیا، اس بائیکاٹ اور ہڑتال کی مثال شاید کہیں مل سکے۔

حق تو یہ تھا کہ اس فیصلہ کے بعد مسٹر بھٹو اقتدار کو چھوڑ دیتے لیکن

ع شرم چہ کتیاست کہ پیش مردم می آید

کے مصداق اس نے اقتدار سے علیحدہ کیا ہوتا تھا؟ اس نے عوام سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا اور عوام کے حقوق غصب کرنے کے بعد انہیں کرش کرنے کا ظالمانہ پروگرام بنا لیا۔

قومی اتحاد کی جنرل کونسل نے عوام کے حقوق کی بازیابی کے لئے منظم تحریک کا آغاز کرنے کا اعلان کر دیا اور ۱۴ مارچ ۷۷ء سے باقاعدہ تحریک شروع کر دی۔

اس فیصلے کے مطابق پی این اے کی مرکزی قیادت نے مختلف شہروں میں سب سے پہلے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر کے ایک مثال پیش کی۔

اس پروگرام کے مطابق لاہور میں پہلا احتجاجی مظاہرہ ۱۴ مارچ ۷۷ء کو عصر کے بعد مسجد نیلا گنبد کے سامنے کیا گیا۔ اس مظاہرہ کی قیادت ائیر مارشل اصغر خان، میاں طفیل محمد، ملک محمد قاسم، قاری عبدالحمید (قلعہ لچھمن سنگھ) اور قاری عبدالحمید قادری نے کی۔

سچ یہ ہے کہ اس مظاہرہ کے دوران حد نظر تک انسان ہی انسان ہے۔ اور انہوں نے جس جرات و دلیری اور بہادری سے مظاہرہ کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ اس روز کسی قسم کی کوئی گرفتاری عمل میں نہ آئی نہ ہی کوئی لاٹھی چارج وغیرہ ہوا۔ بلکہ عوام دور دور تک چلے گئے اور معقول حصہ تو جاوید ہاشمی کی قیادت میں مزار سید علی ہجویری قدس سرہ تک گیا۔

اگلے دن یعنی ۱۵ مارچ کو مال روڈ پر واقع مسجد شہدا کا پروگرام تھا، اس تاریخ کو جن بہادروں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ان میں خاکسار راہنما امیر حبیب اللہ سعدی، چودھری غلام جیلانی، قاری عبدالحمید قلعہ لچھمن سنگھ، الیاس بٹالوی معمر مسلم لیگی رہنما چودھری محمد حسین چٹھہ وغیرہ شامل تھے۔

اس تاریخ کو پی این اے کے سربراہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ اتحاد کے مرکزی اجلاس میں شریک ہونے کے لئے لاہور تشریف لائے۔ وہ بھی اس موقعہ پر شامل ہونا چاہتے تھے۔ لیکن بے پناہ مصروفیات کے پیش نظر چند منٹ کی تاخیر ہو گئی۔

بندہ مولانا حمید الرحمٰن سمیت مسجد شہدا گیا

ہمارے ساتھ جمعیت علماء اسلام کے رہنما قاری عبدالحمید صاحب تھے۔ جب ہم مسجد پہنچے تو پونے پانچ بجنے والے تھے۔ نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ مسجد اندر سے پوری طرح بھر چکی تھی۔ باہر کا لان فل تھا۔ اور ارد گرد دور دور تک عوام تھے چھتیں پر تھیں اور عوام کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ پولیس وغیرہ کی بے پناہ نفری تھی۔ چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوتے تھی۔ پولیس کے بعض انتہائی ذمہ دار افسر بالکل مسجد کے دروازے پر تھے۔

ہم لوگوں نے باہر لان میں جماعت سے نماز ادا کی کیونکہ اندر جگہ نہ تھی۔ جونہی نماز ختم ہوئی جوش و خروش میں اضافہ ہو گیا نعرے شروع ہو گئے چند منٹ تقریر ہوئی اور قائدین قرآن گردن میں حمائل کئے پھولوں سے لدے باہر آئے شرافت کا تقاضا یہ تھا کہ ان واجب الاحترام قائدین کو گرفتار کر لیا جاتا اور معاملہ ختم ہو جاتا لیکن پولیس کے عاقبت نا اندیش افسران نے مسجد کے دروازے پر قائدین کو گرفتار کرنے کے بجائے پیٹنا شروع کر دیا، جس سے اشتعال بڑھا، نعروں میں شدت ہوئی۔ پولیس نے مزید ستم یہ ڈھایا کہ مسجد کے جنگلہ کے اندر موجود نمازیوں پر لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں۔ عوام نے بعض لاٹھیاں چھین لیں اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ اس پر مال کی دکانوں کی چھتوں پر کھڑے "عوام" نے پتھراؤ شروع کر دیا، باخبر ذرائع کے مطابق ان میں بعض لوگ پولیس کے تھے جنہیں پولیس کی گاڑیوں میں پہلے لایا گیا تھا جو کہ سفید کپڑوں میں ملبوس تھے اور

انہیں ان مخصوص کاموں کی خاطر اِدھر اُدھر کھڑا کیا گیا تھا۔ آخر جب پتھراؤ ہوا تو پولیس نے ساتھ ہی آنسو گیس شروع کر دی۔ سب سے پہلے گولے مسجد کے صحن میں آ کر گرے۔ لیکن باہمت شہریوں نے اٹھا کر الٹے پولیس کی طرف پھینک دیئے۔ پتھراؤ اور جوابی آنسو گیس سے پولیس کے بعض لوگ زخمی ہوتے تو ان کا پارہ چڑھ گیا اور پھر اس کثرت سے آنسو گیس کے گولے پھینکے کہ خدا کی پناہ۔ چاروں طرف دھوئیں کے بادل اٹھ رہے تھے، مسجد کے اندر آ کر گولے پھٹے مسجد کے شیشے ٹوٹ گئے چٹائیوں کو آگ لگ گئی، اس صورت حال کے پیش نظر لوگوں نے نکلنا چاہا تو پولیس کے باوردی اور بے وردی "مجاہدین" نے ناکہ بندی کر دی اور مختلف اطراف سے واپس جانے والے لوگوں کو اتنی بری طرح پیٹا کہ فرعون و ہٹلر کی روحیں شرما اٹھی ہوں گی۔

کچھ لوگوں نے مسجد کے اندر لاؤڈ سپیکر کھول کر قرآن کی تلاوت شروع کر دی اس پر "اسلامیہ جمہوریہ پاکستان" کے سپاہیوں نے بجلی کے تار کاٹنے کی کوشش کی سی کے فوٹو گرافر نے فوٹو لینا چاہا تو اس پر ایک فوج پل پڑی۔

ہم لوگ جرأت کر کے دروازے پر آئے وہاں موجود ایس۔ پی (غالباً) نے کہا کہ آپ اپنا کارنامہ سرانجام دے چکے اب لوگوں کو جانے دیں تو اس نے بار بار قسمیں اٹھا کر یقین دلایا کہ آپ دائیں طرف سے نکل جائیں۔ آپ کو کوئی کچھ نہ کہے گا میرے ساتھ ترجمان اسلام کے ایڈیٹر جناب اکرام القادری مولوی عبدالحی صاحب "پرانی انار کلی" بھی تھے۔ ہم چند قدم آگے چلے تو پولیس نے ہمیں روک لیا ہم نے کہا کہ بھائی اپنے افسر کا لحاظ کرو تو وہاں یہ نظر آیا کہ ہر آدمی جس نے چند ٹکوں کی وردی پہن رکھی ہے۔ یہاں افسر ہے۔ ہمیں ایک کھلی جگہ بٹھا دیا۔ جہاں موٹر گاڑیوں کی ورکشاپیں تھیں۔ طرفہ تماشہ یہ کہ ورکشاپوں میں کام کرنے والے افراد کو اندر بند کر دیا گیا۔ اس موقعہ پر بعض پولیس کے سپاہیوں نے انتہائی بدبختی کا مظاہرہ کیا۔ داڑھی وغیرہ شعائر اسلام کی توہین کی، اس پر ہمارے ساتھ موجود ایک مجاہد حاجی عبدالکریم جو معمر بزرگ تھے نے بری طرح ٹوکا اس پر اس بکردہ شکل نے جو .... کا داروغہ معلوم ہوتا تھا گولی سے مار دینے کی دھمکی دی لیکن اس عظیم الشان نے چھاتی سامنے کر دی تب اس کمینہ فطرت نے خاموشی اختیار کی۔

ہمیں وہاں بٹھا کر محاصرہ میں لے لیا گیا اس کے بعد مسجد میں یار لوگ گھس گئے۔ ایک عیسائی پولیس افسر نے اپنی اسلام دشمنی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ مسجد میں لوگوں کو پیٹا اور وہاں سے گرفتار کیا۔

اس اثنا میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔

ہمارے کہنے کے باوجود موقعہ نہ دیا گیا تو ہم نے وہی کچی زمین پر جہاں گرد بہت تھا۔ صفیں باندھ لیں۔ بعض رفقاء نے وضو کرنا تھا قریب کے مکانات کے مکینوں نے پانی کا انتظام کیا۔ اور وہاں نماز ادا ہوئی۔ ان نمازیوں اور مجاہدوں کو نماز پڑھانے کی سعادت بندہ کو حاصل ہوئی۔

نماز ادا ہو چکی تو قریب کھڑی پولیس کی گاڑی میں ہم میں سے کچھ لوگوں کو بٹھایا۔ ایک دوسری گاڑی میں دوسرے لوگ بٹھائے گئے اور چند منٹ میں ہمیں تھانہ سول لائن پہنچا دیا گیا۔ تھانہ سول لائن کے ریکارڈ روم میں ہمیں بند کر دیا گیا دوسری طرف رنگیل چوک وغیرہ سے پکڑے جانے والے افراد بھی وہیں لائے گئے۔ جن میں مشہور خطاط صاحب نسبت بزرگ سید نفیس شاہ صاحب کے صاحب زادے سید انیس بھی شامل تھے معلوم ہوا کہ اس طرف لوگوں کو بہت پیٹا گیا۔ ریکارڈ روم میں ایک پولیس مین تشریف لائے۔ ذہن میں نہیں کہ اے ایس آئی تھا یا اس سے بڑے رینک کا کوئی پولیس مین۔

بہر حال اس نے نام لکھنے شروع کئے ایمان داری کی بات ہے کہ اس کی قابلیت پرائمری فیل بچے سے بھی کم تھی۔ سیدھے سادھے نام بھی نہ لکھ سکتا تھا۔ بندہ کا نام بگاڑ کر لکھ دیا مشکل سے اس کی اصلاح کرائی تو "مدیر خدام الدین" لکھنے میں الجھ گیا لکھا اور کاٹا آخر مجھے یہ خدمت بھی ادا کرنا پڑی ۶۰ سے زائد افراد میں پانچ چار ایسے بھی تھے جو خاصے زخمی تھے رومالوں سے پٹیاں تھیں۔ لیکن ان انسانیت کے دشمنوں کو قطعاً احساس نہ تھا۔ نام وغیرہ لکھے گئے تو حوالات کے چھوٹے کمرے میں بند کر دیا گیا چند منٹ بعد بڑے کمرے میں بند کر دیا گیا جو بمشکل ۲۰ آدمیوں کے لئے کافی تھا، لیکن آدمی ۶۰ سے زاید تھے۔ چند منٹ کے بعد احباب اور دوست آنا شروع ہو گئے۔ لیگل کمیٹی کے چوہدری محمد اسمٰعیل تشریف لائے۔ جاوید ہاشمی اور ملک حامد سرفراز پہنچے۔ مولانا حمید الرحمٰن اور میاں محمد حنیف آئے۔ مختلف لوگوں کے ورثاء آئے۔ اندر موجود ہر بوڑھا خوش و خرم تھا۔ جذبات جوان تھے۔ کھانے پینے کی مختلف اشیا آنی شروع ہو گئیں۔ کھایا پیا۔ عشاء کی نماز احقر نے پڑھائی۔ بلکہ احباب اور بزرگوں نے ازراہِ شفقت و عنایت امیر منتخب کر کے عزت بخشی۔ نماز عشاء کے بعد تقریر کا موقع ملا۔ ساری رات ہنستے کھیلتے پڑھتے پڑھاتے گذر گئی۔ دو تین دوستوں کے سوا کوئی نہ سویا۔ عام طور پر چند منٹ کے لیے کمر سیدھی کی اور بعض احباب تو بالکل نہ سوئے صبح کی نماز کے وقت بڑی مشکل پیش آئی۔ پانی ندارد ہر چند انتظامیہ کو توجہ دلائی، لیکن بے سود۔ آخر کار احقر نے دوسرے علما دوستوں کے مشورہ سے اعلان کر دیا کہ تیمم کریں اور نماز پڑھیں۔ تیمم کر کے سنتیں پڑھیں تو پانی آ گیا وضو کیا اور نماز پڑھی۔ اللہ کے کرم سے سورۂ رحمٰن اور مرسلات کی تلاوت ہوئی تھانہ کے اندر ایک اور سرور نصیب ہوا۔ نماز فجر کے بعد تقریر و درس اور تلاوت کا سلسلہ رہا۔ اس کے بعد ناشتہ آنا شروع ہو گیا۔ مختلف اشیا آتی رہیں احباب نوش جان کرتے رہے دوپہر کو پہلے ایک زندانی دوست محمد صادق صاحب کے گھر سے کھانا آیا سب نے مل کر کھایا۔ پھر ایک تاجر دوست کی طرف سے پلاؤ کے ڈبے اور شامی کباب آئے سیر ہو کر کھائے گئے۔ بلکہ پولیس کے عملہ کو بھی کھلائے گئے۔ نماز ظہر باجماعت ادا کی۔ اس کے بعد سید انیس نے تقریر کی۔ یاد رہے کہ صبح کے وقت افریشیا کے ایڈیٹر اختر کاشمیری نے بھی خطاب کیا تھا۔

عصر کا وقت پوری طرح نہ ہوا تھا کہ "صداقت و دیانت کے علمبردار" پولیس افسر نے ضمانت کی خبر نام پکار پکار کر حوالات سے باہر نکالا۔ لیکن دروازے پر کھڑی پولیس نے گاڑیوں میں بٹھایا جو سیدھی کیمپ جیل پہنچیں۔ ہماری گاڑیوں کے ساتھ

میاں محمد حنیف صاحب ناظم جمعیۃ علماء اسلام لاہور اور مولانا حمید الرحمٰن گاڑی میں تھے ۔ وہ جیل پہونچا کر اور کیلے دے کر واپس آ گئے ۔ ڈیوڑھی میں حاضری ہوئی ۔ نام لکھے گئے ۔ رقومات جمع ہوئیں اور گھڑیاں لے لی گئیں ۔ ان کی فہرستیں نہیں ۔ یہیں جناب ضیا شاہد (مشہور صحافی) سے ملاقات ہوئی ۔ بتلایا گیا کہ آپ لوگوں کی آمد کا علم ہو چکا تھا ۔ یہاں انتظام مکمل کر لیے گئے ۔ بارک نمبر ۱ جو یونہی پڑی تھی کی صفائی کرائی گئی ، پانی کا انتظام کیا گیا فنائل وغیرہ چھڑکوایا گیا ۔ سر شام ہم اندر داخل ہوئے ۶ ، ۶ آدمی ایک چکی میں بند کیے گئے ۔ ہمارے لیے پانی کے گھڑے بھرے رکھے تھے وہ چکیوں میں پہنچائے گئے ۔ کھانا دے دیا گیا اور چکیاں بند کر دی گئیں ۔ لائٹ نہ تھی موم بتی کا تقاضا ہوا ۔ باہر سے کسی دوست نے بھیجی بھی ، لیکن ایک چکی میں ایک دیکر باقی ....

بندہ کے ساتھ چکی میں جناب اکرام القادری مولوی عبد الحئی ، مولوی محمد افضل کشمیری جامعہ مدنیہ سید انیس تھے اور چھٹے کارپٹ کے ایک تاجر جناب رحمان بخش تھے ۔ انتہائی باوقار ، شریف النفس اور مرنجاں مرنج ، ہم نے اپنی چکی کا انہیں امیر بنا ڈالا ۔ جبکہ اجتماعی طور پر امارت کا بوجھ بندہ کے سر تھا ۔

ایک لطیفہ سول لائن تھانہ سے متعلق ہے جب بندہ کی امارت کا اعلان ہوا تو ہمارے دوست اختر کاشمیری نے اپنی ڈکٹیٹر شپ کے لیے میرے کان میں کھسر پھسر کی اور ثابت کرنا چاہا کہ نظم قائم رکھنے کے لیے ایسا ضروری ہے ہر چند کہ میں نے اور سب نے احتجاج کیا کہ ڈکٹیٹر کے خلاف جنگ لڑی جا رہی ہے اور یہاں ڈکٹیٹر کا کیا کام ؟ لیکن وہ اڑے رہے اور پاکستان قومی اسمبلی کے نتائج کی طرح دھاندلی سے اپنی ڈکٹیٹریت کا اعلان کر دیا ۔

جیل کی رات نے خوب مزہ دیا ۔ دوسری منزل تھی ٹھنڈا ماحول تھا اور کمبل کم تھے ۔ نیند کے پیش نظر عشاء کے بعد جلدی سو گئے ، لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب سردی نے رنگ دکھایا تو وقفہ وقفہ سے آنکھ کھلنا شروع ہو گئی ۔ پھر قرآن شریف کی تلاوت ، شعر شاعری کا سلسلہ چل نکلا ۔ ہمارے دوست اکرام القادری نے ہلکے پھلکے لطائف سے اپنی شخصیت کا چھپا ہوا پہلو ظاہر کیا ۔ بہر حال رات گذر گئی ، طلوع سورج سے نصف گھنٹہ پہلے چکیاں کھل گئیں ۔ ہم نچلی منزل میں آ گئے ۔ وضوء وغیرہ کیا ، نماز پڑھی ۔ سب ساتھی اکٹھے ہو گئے ۔ لطائف وظرائف کا سلسلہ شروع ہو گیا گپ شپ ہوئی ، چہل قدمی ہوتی رہی اس کے بعد چائے وغیرہ آنا شروع ہو گئی ۔ کچھ آئی اور کچھ .... دوپہر سے پہلے ملاقات کے لیے مختلف احباب آنا شروع ہوئے ۔ جس کے نام کی چٹ آتی تو وہ چلا جاتا ، ملاقات کرتا واپس آ جاتا ۔ ہم بھی گئے سید نفیس شاہ صاحب جمعیۃ طلباء اسلام لاہور کے سربراہ زرین عباسی صاحب اور دوسرے بزرگ اور احباب تشریف لائے دعائیں دیں اور واپس تشریف لے گئے ۔ اسی دوران پی این اے کے پارلیمانی بورڈ کے سیکرٹری اور انتہائی مخلص سیاسی ورکر جناب صفدر صدیقی سے ملاقات ہوئی جو ایک عرصہ سے جیل میں ہیں ۔ پھر اکرام القادری صاحب اور بندہ ان کی چکی میں گئے ۔ باتیں ہوئیں وہاں جناب عبد الرؤف ملک سے بھی ملاقات ہوئی ۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے کھانا کھایا ۔ ظہر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد اپنی چکی نمبر ۱۳ میں جب احباب کو جمع کیا باضابطہ صدارت میں مجلس وعظ ہوئی ۔ اختر کاشمیری صدر تھے اکرام صاحب سیکرٹری ، سید انیس نے تلاوت کی احباب کی خواہش پر اکرام القادری صاحب نے حضرت قاسم نانوتوی کے نعتیہ قصیدہ کے چند اشعار سنائے ۔ بعد میں احقر نے نماز کے عنوان پر خطاب کیا ۔ میں اپنے پیدا کرنے والے کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں کہ اس نے اپنے فضل سے بہت کچھ کہلوایا اور پھر احباب نے اٹھ لیا دعائیں دیں ۔ عصر کی نماز پڑھی حاضری ہوئی ۔ کھانا ملا ، چکیوں میں جانے کی تیاری تھی کہ ضمانت کی اطلاع ملی ۔ ہوتے ہوتے مغرب کا وقت آ گیا پھر نماز ادا کی ۔ اکرام القادری صاحب اور اختر کاشمیری نے مختصر خطاب میں احباب کو مبارک باد دی ۔ پھر نام لے لے کر باہر نکالا گیا ۔ پولیس دانشوروں کے قلم کی مہربانیاں قدم قدم پر رکاوٹ بنیں ۔ منزل در منزل چلے ، ڈیوڑھی پہنچے وہاں لکھت پڑھت شروع ہوئی ۔ ڈبل ڈبل انگوٹھے لگائے ۔ رقوم و گھڑیاں واپس ہوئیں ۔ اور اس طرح ۹ ½ بجے جیل سے باہر نکلے ۔ باہر خان محمد یونس خان ایڈووکیٹ سمیت بہت سے احباب و رفقاء موجود تھے ۔ گلے میں ہار ڈالے گئے ۔ نعرے لگائے گئے اور احباب اپنی منزل کو چل دیئے ۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ ۵۲ ، ۵۴ گھنٹہ کا وقت میری زندگی کا انتہائی قیمتی اور یادگار دور ہے ۔ نئے نئے تجربے ہوئے ۔ اکابر کی زندگی کے مختلف گوشے سامنے آئے بڑے باحوصلہ بہادر اور شریف لوگوں کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا ۔ جیل کے اندر جرائم کی کس طرح پرورش ہوتی ہے اس کے تلخ تجربات سامنے آئے ۔ یہ بات بہر صورت حوصلہ افزا ہے کہ جیل کی اندرونی دنیا کا معقول و بھرپور حصہ قومی اتحاد کی تحریک و پیغام سے نہ صرف یہ کہ متاثر ہے بلکہ علی الاعلان حمایت بھی کرتے ہیں ۔

۱۶ کی شام کو بعد از عصر مسلم مسجد لاہور سے جلوس نکلا ۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور نے بصد عز و ناز گرفتاری دی ۔ واپسی پر مولانا کی پر شکوہ شخصیت اور ان کی جرأت و بسالت کا چرچا سنا ۔ ساتھ ہی ساتھ انتظامیہ کی ذلیل حرکات کا علم ہوا جو اس نے اس دن مسلم مسجد سے دور نیلا گنبد میں کیں ۔

۱۷ کو حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی کی قیادت میں داتا دربار سے جلوس نکلا ۔ مولانا اوکاڑوی نے وہاں مختصر تقریر کی اور ان نام نہاد لوگوں کو للکارا جو بزرگوں کا نام لے کر بدنیتی کرتے ہیں ۔ انہوں نے للکار کر کہا کہ داتا کے خادم ہم ہیں اور ہماری جد و جہد جاری رہے گی ۔ اس دن بھی بعض شرمناک واقعات پیش آئے ۔ جائے جلوس سے کہیں دور ملتان روڈ پر بس جلانے کا قصہ ایک ایسا معمہ ہے جس کا سمجھنا مشکل نہیں ۔

۱۸ کی صبح اخبارات میں دیکھا کہ آج پھر داتا دربار سے جلوس نکلے گا ۔ قیادت ایئر مارشل اصغر خان کریں گے ۔ ساتھ ہی اصغر خان کی گرفتاری کی خبر تھی ۔ بہر حال جلوس جب پروگرام کے مطابق نکلا چوہدری

رحمت الٰہی اور مولوی زرین عباسی وغیرہ نے قیادت کی۔ جمعہ کا دن تھا۔ اوقاف کے خطیب نے لن ترانی کی تو پٹائی ہوئی وہ جوتے چھوڑ کر بھاگا۔ نہ معلوم دانا اقبال کو کیا کہتا ہوگا جس کے احمقانہ حکم سے اس نے ایسا کیا۔ معلوم ہوا کہ اوقاف کے مولوی اس قصہ کے بعد بہت پریشان ہیں۔

۱۹ کو مسجد قدس چوک دالگراں لاہور سے جلوس کا پروگرام تھا۔ یہاں سے مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی کی قیادت میں قافلہ جانا تھا۔ ۲½ بجے احقر بھی وہاں پہونچا۔ احباب کے اصرار پر چند منٹ خطاب کیا۔ بعد از عصر عالمانہ وقار اور مجاہدانہ انداز سے قافلہ چلا۔ برانڈرتھ روڈ پر انتظامیہ کی خاصی مرمت ہوئی۔ جس کا بدلہ آج ۲۰ کی شام کو چوک رنگ محل میں لینے کی کوشش کی گئی۔ جہاں سے جمعیۃ علماء اسلام لاہور کے امیر اور حضرت لاہوری کے خادم مولانا محمد اسحاق کی قیادت میں قافلہ نکلا۔ پولیس کے ظالم وسفاک درندہ صفت اور دون نہاد افراد نے غایت درجہ کمینگی اور مکاری اور بے شرمی سے عوام کو پیٹا۔ لیکن عوام نے پوری شاہ عالم مارکیٹ میں جو حشر کیا وہ بھی یادگار ہے۔ جب یہ سطور تحریر کی جارہی ہیں تو گلی کوچہ میں پولیس عوام جنگ جاری ہے۔ آگ کے شعلے اور دھواں اٹھ رہا ہے۔ فائر بریگیڈ کی گاڑیاں بھاگ رہی ہیں اور وائرلیس کے ذریعہ پولیس افسران کے پیغامات ان کے تاریک مستقبل کا پتہ دے رہے ہیں۔

اپنے دوست اکرام صاحب کی فرمائش پر ۱۵ جنوری کے قصہ کی مناسبت سے، کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے۔ کا عنوان دے کر

آج تک کا قصہ اختصار سے ذکر کر دوں وہ ذکر ہوگیا۔ عنوان جوں کا توں ہے۔

حرفِ آخر کے طور پر ان رفقاء کے نام پیشِ خدمت ہیں جو ہمارے ساتھ تھے۔

رحمان بخش صاحب شو مارکیٹ، مستری نوراللہ شیرانوالہ گیٹ، سید حامد حسین صاحب دھرمپورہ شیراز احمد صاحب مغل پورہ، غلام مرتضٰے صاحب مزنگ، خالد طفیل صاحب فلیمنگ روڈ، طارق صاحب راج گڑھ، سیفی شاہ صاحب اچھرہ۔ شہزاد بٹ صاحب بیڈن روڈ، راشد جاوید صاحب ماڈل ٹاؤن سلامت پیرا صاحب ہال روڈ، چوہدری عبدالغنی صاحب امامیہ کالونی، محمد نعیم صاحب انارکلی۔ محمد بلال صاحب اسلامیہ پارک۔ اشفاق احمد صاحب ہمواڑی، محمد آصف صاحب بلال گنج شوکت علی صاحب پریم نگر، محمد شفیق صاحب رحمان پورہ، اظہر مامون صاحب اردو بازار، فضل مالک صاحب فین روڈ، یاسین صاحب سید مٹھا۔ مرزا محمد ادریس گلبرگ، محمد گل صاحب بلال گنج۔ محمد نعیم صاحب رنگ محل، وقارالحق صاحب دھرم پورہ، منیر صاحب گوجرانوالہ، سجاد حسین صاحب رنگ محل، سید وصی الدین، سید وجیہہ الدین صاحب مال روڈ، عبدالمجید صاحب نسبت روڈ لطیف النبی صاحب کمرشل بلڈنگ، قاری محمد یونس صاحب نیو گارڈن ٹاؤن، سردار محمد صاحب گوجرانوالہ، محمد سلیم صاحب رام گلی، سید ماجد علی شاہ صاحب وحدت کالونی، صوفی عبدالرحمٰن صاحب فاروق گنج، محمد خالد صاحب عثمان گنج، مرزا غلام رسول صاحب شالامار ٹاؤن، حاجی عبدالکریم صاحب سوڈی وال، حافظ محمد اشرف صاحب مسجد ایل او ایس، محمد نعمان صاحب بیگم کوٹ، محمد اعظم صاحب سمن آباد، ضمیر احمد صاحب نسبت روڈ، مسٹر عبدالمجید صاحب المجاہد کالونی، سید انیس الحسینی صاحب جامعہ مدنیہ لاہور، مولوی عبدالحیٔ صاحب انارکلی، اختر کاشمیری (افریشیا) اکرام القادری صاحب (ترجمان اسلام) مولوی محمد افضل صاحب عبدالوحید صاحب خوشنویس فیروز سنز، مولوی امام دین صاحب بیگم کوٹ، مولوی محمد سلیمان صاحب ریگل چوک، محمد اسماعیل خالد صاحب شارع فاطمہ جناح، مولوی سعی اللہ لنڈہ بازار، شہزاد صاحب مغل پورہ، محمد سلیم صاحب گلبرگ، محمد صادق صاحب پیسہ اخبار محمد اکبر صاحب چیمبرلین روڈ۔

اختر کاشمیری، محمد شفیق اور محمد صادق صاحب زخمی تھے۔ ان میں موخرالذکر بڑی عمر کے بزرگ لیکن انتہائی باحوصلہ. سنجیدہ اور متین قسم کے آدمی تھے۔

سید وجیہہ الدین اور سید وصی الدین حضرت امیر شریعت کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور سادات وبخارا کی خوبیوں کے حامل۔ مولوی امام دین صاحب، مرزا غلام رسول، مستری نور محمد صاحب بڑی عمر کے بزرگ لیکن بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ رحمان بخش صاحب، لطیف النبی صاحب کھاتے پیتے لوگ، لیکن بڑے باکمال۔ صوفی عبدالرحمٰن کو لاٹھی بھی لگی۔ داڑھی پکڑ کر کھینچی گئی لیکن ہمت وحوصلہ جوان تھا۔

سبھی نوجوان ایسے تھے کہ ان کے چہرے مہرے اور چال ڈھال سے روشن مستقبل کا پتہ چلتا تھا۔ تاہم طارق صاحب، اشفاق صاحب، نعیم صاحب شفیق صاحب، وقارالحق، سجاد حسین صاحب سید ماجد علی شاہ، حافظ محمد اشرف صاحب سید انیس، مولوی محمد افضل صاحب اس قوم کے چمکتے ستارے معلوم ہوتے تھے، چوہدری عبدالغنی غضب کے مقرر، مولوی سعی محمد اور ضمیر احمد صاحب... اور عبدالوحید صاحب بہت کم گو، اختر کاشمیری اور مولوی عبدالحیٔ، بھائی یاسین خوب بولتے اور چھبے دار باتیں کرتے۔ حامد انتہائی شریف اور جذباتی۔

بہر حال اس مختصر مدت کے ساتھی واقعی عظیم تھے اور جب ہم رخصت ہوتے تو ایک دوسرے سے گلے ملے۔ بہت سے آبدیدہ ہو گئے۔ ایک دوسرے کے پتے معلوم کیے لکھے۔ فون نوٹ کیے۔ ملنے ملانے کے وعدے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے دین کے لیے

قبول فرمائے۔ آمین!

واضح رہے کہ ان گرفتار شدگان پر انتظامیہ کے ... پہروں نے جن دفعات کے تحت مقدمہ درج کیا وہ پانچ ہیں اور ان میں (۳۰۷ ارادہ قتل) بھی شامل ہے۔ باقی دفعات یہ ہیں۔

۳۵۳ ، ۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۸۸۔ جب ہم سے سوال ہوا کہ ۳۰۷ کیوں؟ تو ہم نے کہا کہ بھائی لگنی تو ۳۰۲ چاہیئے تھی اس لیے کہ ہم نے ۱۴۴ سمیت تمام ظالمانہ قوانین کو قتل کر دیا ہے۔

احمد حسین کمال

مسئلہ فلسطین

اور سیاسی پہلو

آج جب کہ فلسطین کی عارضی انقلابی حکومت کا قیام زیر بحث ہے اور اس ضمن میں مختلف ممالک کے درمیان گفت و شنید جاری ہے۔ یاسر عرفات اور دیگر فلسطینی رہنما اس مقصد کے تحت مختلف ممالک کا دورہ کر رہے ہیں جس میں پاکستان کا حالیہ دورہ بھی شامل ہے اور جنیوا امن کانفرنس کے دوبارہ انعقاد کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اس پس منظر میں مسئلہ فلسطین سماجی اور سیاسی پہلو پر یہ مختصر سا مضمون شامل اشاعت کیا جا رہا ہے جو یقیناً دوستوں کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

مشرق وسطے کے تمام تر مسائل و تنازعات کا منصفانہ حل جس میں فلسطینی عرب عوام کے جائز حقوق کا تحفظ بھی شامل ہے۔ عرصہ دراز سے حل طلب ہے۔ ان مسائل کا جائز اور منصفانہ حل وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اس مسئلہ کی پیدائش کے ڈانڈے برطانوی سامراج اور صیہونی حلقوں کی قدیم سازش سے ملائے جا سکتے ہیں جس کا اظہار ۱۹۱۷ء کے بلفور اعلان (Bale four Declaration) میں کیا گیا تھا۔ اس اعلان میں فلسطین یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کی بات کی گئی تھی۔ مقامی عرب آبادی کو جلاوطن کر کے اور ان کی زمینوں پر قبضہ کر کے اس مقصد کو حاصل کرنے کا عندیہ ظاہر کیا گیا تھا۔ پہلی عالمگیر جنگ کے خاتمے پر فلسطین کو انتظامی تولیت میں لینے کا حق حاصل کرنے کے بعد برطانوی استعمار نے یہودیوں کو عرب آبادی کے مقابلے میں مستحکم کرنا شروع کر دیا اور اس مقصد کے لیے پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو۔ کی پرانی آبادیاتی حکمت عملی کو اپنایا گیا جب اقوام متحدہ میں برطانوی انتداب کے خاتمے کا مسئلہ زیر بحث آیا تو اس وقت فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کی متحدہ جمہوری ریاست کا قیام بالکل ناممکن بنا دیا جا چکا تھا۔ حالانکہ فلسطین میں اس نوعیت کی متحدہ جمہوری ریاست کے قیام کی تجویز سوویت یونین اور اقوام متحدہ کے دوسرے کئی ارکان کی جانب سے پیش کی گئی تھی لیکن سامراجی صیہونی اور لندن کے احکامات کے تابع رجعتی عرب حلقوں کی مشترکہ کوششوں کے نتیجے میں اس تجویز پر عمل درآمد کو بالکل ناممکن بنا دیا گیا۔

اقوام متحدہ کی نومبر ۱۹۴۷ء کی قرارداد کے بموجب فلسطین میں علی الترتیب عربوں اور یہودیوں کی ریاست ۱۱۱۰۰ اور ۱۴۱۰۰ مربع کلومیٹر کے علاقے میں قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اسرائیلی ریاست کے قیام کے دوران اعلان کے فوراً بعد مئی ۱۹۴۸ء کی عرب اسرائیل جنگ نے عملی طور پر اس قرارداد پر عمل درآمد کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کر دی اور اس پر عمل نہ ہو پایا۔

اس جنگ کے دوران اسرائیل فلسطین کے ۲۰۸۰۰ مربع کلومیٹر رقبہ پر قابض ہوگیا جو اقوام متحدہ کی قرارداد میں مقررہ رقبے سے تقریباً ۷۰۰۰ مربع کلومیٹر زائد تھا۔ باقی ماندہ علاقہ جس میں بیت المقدس کا مشرقی سیکٹر بھی شامل تھا شرق اردن کے قبضہ میں چلا گیا۔ غازہ سیکٹر مصری انتظام میں دے دیا۔ جن علاقوں میں اسرائیلیوں نے قبضہ کیا وہاں پر بے پناہ خوف و ہراس کا بازار گرم کر کے دھونس اور دھمکیوں کے ذریعہ عرب فلسطینی عوام پر عرصہ حیات تنگ کر کے ان کو نقل وطن کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں اسرائیلی افواج ہگانہ قوم پرست فوجی دستوں پر مشتمل تھی۔ جن کو برطانوی سامراجیوں نے اس صدی کی تیسری دہائی میں تربیت دے کر فوجی دستوں میں منظم کیا تھا۔ ان کے ذہنوں میں عربوں سے نفرت کوٹ کوٹ کر بھر گیا تھا۔ اور ان کی کمان متشدد صیہونیت پرست فوجی حلقوں ارگون زوائی لومی و

"IRGOUN ZWAI LEUMI IND STER" سٹرن کے ہاتھوں میں تھی۔ انہوں نے عربوں سے ان کی زمینیں ہتھیانے ہر چیز کو پیوند زمین کرنے (SCORCHED EARTH) کا طریقہ کار اختیار کیا۔ مثال کے طور پہ MEDITERIANSEA کے ساحل پہ اور تل ابیب کے شمال میں تمام عرب آبادیوں کو پیوند زمین کر دیا گیا۔ اس گنجان آبادی کے علاقے کے کئی عرب قصبات کو خاکستر کر دیا گیا۔ اس علاقے کے ایک سو ساٹھ سے زاید عرب دیہات کا صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا ——! ۹ لاکھ عربوں کو جو فلسطین کی کل عرب آبادی کے نصف سے بھی زاید تھے۔ کو اپنے آبائی وطن چھوڑ بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس بھیانک صورت حال کے نتیجے میں عرب مہاجرین کا مشکل ترین اور فیصلہ کن مسئلہ وجود میں آیا۔

فلسطینی عربوں کی تقریباً ۱۳ لاکھ ۵۰ ہزار آبادی میں سے جو ان علاقوں میں صدیوں سے آباد تھی۔ اب صرف ایک لاکھ ۲۰ ہزار عرب فلسطینی اسرائیلی ریاست میں باقی رہ گئے ہیں۔ فلسطینی عربوں کی ۴ لاکھ ۵۰ ہزار آبادی جو مشرقی فلسطین میں آباد تھی۔ اب مشرقِ اردن کا حصہ بن چکی ہے یا غازہ سیکٹر میں آباد ہے جو مصریوں کے انتظام میں ہے۔ عرب فلسطینیوں کی آبادی کا غالب حصہ یعنی ۷ لاکھ ۱۰ ہزار فلسطینی مہاجرین پر مشتمل ہے جو اس وقت سے فلسطینی مہاجرین کے کیمپوں میں بسے ہوتے ہیں۔ یہ کیمپ جو ٹنٹوں پر مشتمل ہیں مصر سے لے کر عراق تک کے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں جن کی دیکھ بھال UNRWA کے ذمے ہے۔ اقوام متحدہ نے مشرق وسطیٰ میں یہ تنظیم فلسطینی مہاجرین کو امداد فراہم کرنے کے لئے قائم کی ہوئی ہے۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اپنی قرارداد نمبر ۱۹۴ منظور کی تھی۔ جن میں ان مہاجرین کے اس حق کو تسلیم کیا گیا تھا کہ انہیں اپنے آبائی وطن میں واپس جانے کا پورا پورا حق ہے یا وہ اپنی چھنی ہوئی جائیداد کا معاوضہ حاصل کر سکتے ہیں اس وقت سے آج تک اقوام متحدہ اپنے اجلاسوں میں اس قرارداد کا اعادہ کرتی رہی ہے۔

UNRWA کے کیمپوں میں بسنے والے مہاجرین کا ایک حصہ کیمپ چھوڑ کر شام، لبنان، اردن، کویت اور عرب جزیرہ نما کے دیگر ممالک میں ملازمتیں حاصل کر کے اپنے گھر بار بنا چکا ہے۔ ایسے فلسطینی مہاجرین کی بیشتر اکثریت دانشوروں، ماہر کاریگروں، دست کاروں اور چھوٹے تاجروں پر مشتمل ہے۔ تمام فلسطینی اپنے غصب شدہ حقوق کی بحالی اور ناموس کی بے حرمتی کے خاتمے کے لئے سماجی مرتبہ سے بے نیاز ہو کر اپنے وطن کی بحالی اور اپنی آزادی کے حصول کے لئے متحدہ ہو کر جہد آزما ہیں۔ اسی کے نتیجے میں ایک رفیع الشان ہمہ گیر حب الوطن فلسطینی تحریک مزاحمت جنم پا چکی ہے۔

جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیلیوں نے اپنے ہمسائے عرب ممالک کے نئے علاقوں پر جارحانہ قبضہ جما لیا تھا۔ اس طرح مزید قبضہ میں لئے ہوئے عرب علاقوں کا رقبہ تقریباً ۶۸ ہزار مربع کلومیٹر بنتا ہے۔ اس جنگ کے زمانے اور بعد کے جبر و تشدد کے دور میں مزید ہزار ہا عرب فلسطینیوں کو ان کے آبائی وطن سے نکال دیا گیا تھا۔

اس وقت عرب فلسطینیوں کی صورت حال کا نقشہ کچھ یوں ہے۔ UNRWA کے اعداد و شمار کے بموجب ۱۹۷۵ء کے ابتدائی حصہ تک اسرائیل میں بسنے والے عرب فلسطینیوں کی تعداد ۵ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد اسرائیلی قبضے میں آنے والے دریائے اردن کے مغربی کنارے پر ۶ لاکھ ۵۰ ہزار عرب فلسطینی آباد ہیں۔ ۹ لاکھ دریائے اردن کے مشرقی کنارے پر آباد ہیں جو اب مشرق اردن کا حصہ ہے۔ تین لاکھ پچاس ہزار لبنان میں صحرائے سینائی کے شمالی اور غازہ کے علاقے میں ۴ لاکھ، ۲ لاکھ شام میں، ڈھائی لاکھ سعودی عرب اور خلیج فارس کے عرب ملکوں میں آباد ہیں۔ اس کے علاوہ عرب مشرق کے اور بہت سے علاقوں میں عرب فلسطینی پناہ لئے ہوئے ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر ایک اندازے کے بموجب دنیا میں عرب فلسطینیوں کی کل تعداد ۳۳ لاکھ بیان کی جاتی ہے۔

فلسطینی عرب عوام کا یہ حزبہ جنہیں نہ صرف اپنے حق خود ارادیت کے استعمال اور اپنے مستقبل کو اپنی مرضی کے مطابق ترتیب دینے کے حق سے محروم کر دیا ہے بلکہ انہیں ان کے وطن سے بھی بے دخل کر دیا گیا ہے۔ گزشتہ ۳۰ برس سے جاری ہے۔ اقوام متحدہ کے دستاویزات میں متعدد بار اس بات کا اعادہ کیا گیا ہے کہ اقوام عالم کے لئے اسرائیل کا یہ مضحکہ خیز دعویٰ قطعی طور پر ناقابل قبول ہے اسرائیلی اپنے موقف کے جواز کے طور پر یہ مطالبہ پیش کرتے ہیں کہ عرب فلسطینیوں کو ان ممالک میں مستقل طور پر آباد کر دیا جائے۔ جہاں پر وہ اس وقت قیام پذیر ہیں کیونکہ ان کے "تبادلے" میں آبادی آکر اسرائیل میں بس چکی ہے۔ ان عرب فلسطینیوں کی خالی جگہوں کو ان عرب ممالک میں بسنے والے یہودیوں نے بھر دیا ہے۔ جو ان علاقوں سے نقل وطن کر کے اسرائیل میں آکر آباد ہو چکے ہیں در آں حالیکہ اسرائیل میں نقل مکانی کرنے والے یہودی آباد کار اپنی مرضی سے وہاں گئے ہیں۔ جب کہ عرب فلسطینیوں کو ان کی مرضی کے بالکل برخلاف جبری طور پر اپنے وطن کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

عرب فلسطینی مہاجرین کی ناگفتہ بہ حالت اور اسرائیل کی اس ضد اور بد دیانتی کو جس کے تحت وہ عرب فلسطینیوں کو ان کے آبائی وطن سے محروم کرنے پر مصر ہیں کیخلاف مدافعت جو ابتدا میں غیر منظم تھی اور کبھی کبھار پھوٹ اٹھنے کی نوعیت کی حامل تھی میں تغیر تبدیلی آ چکی ہے۔ اب یہ تحریک زیادہ سے زیادہ منظم طاقتور اور مستحکم ہو گئی ہے اس فلسطینی تحریک مزاحمت کو عرب عوام کی روزانہ بڑھتی ہوئی امداد تعاون اور اعتماد حاصل ہو رہا ہے۔ ۱۹۶۴ء میں تنظیم آزادی فلسطین (PLO) کا قیام عمل میں آیا تھا جس کی سربراہی فدائین کی فلسطینی قومی کونسل کو حاصل تھی جو تنظیم آزادی فلسطین کے مجلس عاملہ کو منتخب کرتی، ۱۹۶۷ء میں نئے عرب علاقوں پر اسرائیلی قبضے کے بعد اس تنظیم نے جد و جہد کی غلط سلط فکر کو ترک کر کے اپنی جد و جہد کو صحیح سمت پر استوار کر لیا ہے۔ جس کے نتیجے میں فلسطینی تحریک مزاحمت میں نئی روح پھونکی جا چکی ہے اور اس کے ابھار اور قوت میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے۔

اس سے بڑھ کر اسرائیلی جارحیت اور قبضہ کے شکار عرب ممالک کی امداد اور تعاون سے فلسطینی تحریک مزاحمت کو بے پناہ طاقت ملی ہے۔ تحریک مزاحمت کے ایک قائد زہیر محسن کے الفاظ میں اب یہ تحریک "محدود علاقائی مزاحمت" کے ڈھانچے سے نکل کر وسعت اختیار کر گئی ہے۔ فلسطینی گوریلوں فدائین نے صحیح معنی میں ایک ایسی زبردست محب وطن جنگ کا آغاز کیا ہے جو پورے زور و شور سے اسرائیلی جارحیت کے خلاف خود اسرائیل کے اندر اور ان علاقوں میں جا رہی ہے جن پر اسرائیل جبری طور پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ اس صدی کی چھٹی دہائی کے آخری مرحلے میں تنظیم آزادی فلسطین (PLO) نے فدائین کی فوجی اور سیاسی تنظیموں کے ایک مضبوط بلاک کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ جس میں الفتح، صاعقہ، فلسطین کی آزادی کا عوامی محاذ (PFLP) ۱۹۷۳ء سے عوامی جمہوری محاذ برائے آزادی فلسطین (PDFLP) عرب آزادی محاذ (ALF)

د دیگر تنظیمیں شامل ہیں۔ اپنی گوناگوں مختلف سیاسی اور فکری رجحانات کے باوجود فلسطینی تحریک مزاحمت مجموعی طور پر سامراج اور صیہونیت پرستی کے خلاف اور عرب فلسطینی عوام کے قانونی حق یعنی حق خود ارادیت کے آزادانہ استعمال کے حصول کی جدوجہد میں بالکل متحد ہے۔ فلسطینی تحریک مزاحمت اتنی تیزی سے زور پکڑ رہی ہے کہ اب تمام عرب ممالک میں "فلسطینی انقلاب کے عمل" کے متعلق سوچ بچار زبان زد عام ہے۔

فلسطینی تحریک مزاحمت کو نہ صرف فلسطینی عوام کا اعتماد حاصل ہے۔ بلکہ تمام عرب دنیا کی انقلابی قوتیں اس تحریک سے قریبی طور پر بندھی ہوئی ہیں اور اس سے بھرپور تعاون کر رہی ہیں عرب دنیا میں فلسطینی تحریک مزاحمت کی سب سے بڑی حامی عرب ممالک کی انقلابی جمہوری پارٹیاں بھرپور تعاون کر رہی ہیں۔ ان سب میں عراق اور شام کی بعث پارٹیاں الجزائر کا قومی محاذ آزادی، عوامی جمہوریہ یمن کا قومی محاذ یعنی متحدہ سیاسی تنظیم فلسطینی تحریک مزاحمت کی بھرپور مدد کر رہی ہیں۔ ان تنظیموں نے اپنے اپنے ملکوں میں سماجی قوتوں کی امداد حاصل کر لی ہے اور ان کو اپنے ارد گرد اکٹھا کر لیا ہے۔ یہ پارٹیاں طبقات اور سماجی حصے جو ان پارٹیوں کے حامی ہیں اور فلسطینی تحریک مزاحمت کی نہ صرف حمایت کر رہے ہیں۔ بلکہ اپنے فلسطینی بھائیوں سے عرب یکجہتی ہمدردی اور خلوص کا اظہار کر رہی ہیں وہ اپنی سامراج مخالف قومی آزادی اور ترقی پسندانہ سماجی اور معاشی اصلاحات کے نفاذ کی پرعزم تحریک کی آبیاری کر رہی ہیں جو ان کے انقلابی فرائض کی بجا آوری کے عین مطابق ہے۔ عراق کی بعث پارٹی نے اپنی آٹھویں علاقائی کانگریس میں جو جنوری ۱۹۷۴ء میں منعقد ہوئی تھی کے دستاویز میں کہا ہے کہ عرب کاز کے لئے وہ فلسطینی مسئلہ کے حل کو فیصلہ کن درجہ دیتے ہیں یہ بات وہ اپنی تحریک کی ابتدا سے کہتے چلے آتے ہیں اور تحریک کے مختلف ادوار میں اس امر کا اعادہ کرتے رہے ہیں۔ جون ۱۹۶۷ء کے بعد صیہونیت کے فتنے اور سامراج سے ان کے گٹھ جوڑ کو وہ عرب اقوام کی بقا کے لئے بڑا خطرہ تصور کرتے ہیں نیز وہ اسے اپنی جدوجہد آزادی عرب اتحاد کی جدوجہد کی راہ میں بڑھتا اور پھیلتا ہوا خطرہ قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف بھرپور جدوجہد کرنا اپنا مقدس فرض سمجھتے ہیں۔

۱۹۶۷ء کے موسم خزاں میں بعث پارٹی کی دمشق میں ہونے والی کل عرب نویں کانگریس نے شام، مصر الجزائر اور عراق کی مشترکہ فوجی اور معاشی طریقہ کار اپنانے کی کاوش کا ذکر کرتے ہوئے اسرائیلی جارحیت کے خلاف مشترکہ عرب مدافعت پر زور دیا تھا۔ نومبر ۱۹۷۳ء میں الجزائر کے عرب سربراہی اجلاس نے "تنظیم آزادی فلسطین" کو فلسطینی عوام کی قانونی طور پر نمائندہ قوت قرار دیتے ہوئے اس کی نمائندہ حیثیت کو تسلیم کر لیا۔

۱۹۶۷ء سے کر ۱۹۷۰ء تک کا عرصہ فلسطینی تحریک کو تیز کرتے اور مجتمع کرنے کا عرصہ تھا۔ علاوہ ازیں اس تحریک کی مالی حیثیت کو مضبوط بنانے کا عرصہ تھا کیونکہ تمام عرب ممالک جن میں تیل درآمد کرنے والے ممالک بھی شامل تھے۔ فلسطینی تحریک مزاحمت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مالی امداد دیتے تھے۔ اس کے علاوہ فلسطینیوں کے قومی فنڈ کا قیام بھی عمل میں آچکا تھا جس میں باقاعدہ طور پر فلسطینی اپنی آمدنوں کا ایک حصہ کٹوا کر جمع کراتے تھے۔

فلسطینی تحریک مزاحمت کا زیادہ انحصار فلسطینی مہاجرین، مزدوروں اور نقل مکانی کرنے والے فلسطینی محنت کشوں پر ہے۔ ان کے علاوہ شہروں اور دیہاتوں کے عرب فلسطینی جمہوریت پسند دانشور اور محنت کش عوام کے دیگر حصے اس تحریک کی جان ہیں۔

فلسطینی تحریک مزاحمت نہ صرف عرب بلکہ عالمی انقلابی تحریک کا حصہ بن چکی ہے۔ جس کا ثبوت • دنیا بھر کی ترقی پسند تحریکوں اور بالخصوص اشتراکی ممالک سے ان کے بڑھتے ہوئے قریبی روابط سے ملتا ہے۔ حالیہ چند برسوں میں فلسطینی تحریک مزاحمت نے اپنے عالمی وقار میں بے پناہ اضافہ کیا ہے اور اپنی سیاست کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا ہے۔

نومبر ۱۹۷۲ء میں بیروت میں منعقدہ کل عرب کانفرنس فلسطینی انقلاب کے دفاع کے لئے بلائی گئی تھی۔ اس اجلاس میں ۱۴ عرب ممالک کی ۴۲ سیاسی پارٹیوں اور تنظیموں کے نمائندے نے شرکت کی تھی۔ جون ۱۹۷۴ء میں ہونے والے فلسطینی قومی کونسل کے بارہویں اجلاس میں مسئلہ فلسطین کے حقیقت پسندانہ اندازہ لگانے میں بہت پیش رفت ہوئی۔ اس اجلاس نے ایک قرارداد کے ذریعے ان علاقوں میں جو اسرائیل کے قبضے سے آزاد کرائے جائیں گے۔ میں ایک آزاد فلسطینی انتظامی ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۱۹۷۴ء کے موسم خزاں میں رباط میں ہونے والی عرب سربراہی کانفرنس میں شامل ہونے والے تمام عرب ممالک کے سربراہوں نے جن میں اردن بھی شامل تھا "تنظیم آزادی فلسطین" کو فلسطینی عربوں کی واحد قانونی نمائندہ قوت کے طور پر تسلیم کرنے کا اعادہ کیا۔ اس کانفرنس نے ان تمام علاقوں کے لئے بھی ان کی نمائندہ حیثیت کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا تھا۔ جنہیں اسرائیلی قبضہ سے آئندہ آزاد کرایا جائے گا۔ اس علاقے میں دریائے اردن کے مغربی ساحل کے علاقے بھی شامل کئے گئے تھے۔ جو اس سے قبل رسمی طور پر اردن کے علاقے تصور کئے جاتے تھے۔ ان علاقوں کو بھی تنظیم آزادی فلسطین کے کنٹرول میں دینے کا اعلان کیا گیا۔

نومبر ۱۹۷۴ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے تنظیم آزادی فلسطین کے قائد یاسر عرفات کی تقریر کے بعد جنہیں پہلی بار اقوام متحدہ سے خطاب کرنے کے لئے مدعو کیا گیا تھا نے ایک قرارداد منظور کی جس میں فلسطینی عوام کے حق خود ارادیت اور ایک آزاد قوم کی حیثیت کے حق کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اسی دوران اسرائیلی مقبوضہ علاقوں میں فلسطینیوں نے زبردست احتجاجی مظاہرے منظم کئے۔ ان احتجاجی مظاہروں کو اقوام متحدہ نے السیمی رائے شماری کا درجہ دیا۔ جس کے ذریعے فلسطینی عوام نے اپنی غلامی کو تسلیم نہ کرنے اور آزادی کے لئے جنگ کرنے کے عزم کا بے مثالی ثبوت فراہم کر دیا ہے۔

فلسطینی تحریک مزاحمت کو عرب مشرق کی مؤثر قوتوں کی امداد حاصل کرنے اور اپنی صفوں میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنے کی راہ میں جو دشواریاں پیش آ رہی ہیں وہ بھی کھل کر سامنے آگئی ہیں۔ تمام عرب ممالک پوری ثابت قدمی سے فلسطینی تحریک مزاحمت کی امداد نہیں کر رہے اور ان میں سے چند ممالک اس امداد کو سیاسی سودے بازی کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں اور اس کے بل پر ترقی یافتہ سرمایہ دار ممالک سے معاشی تعلقات میں عارضی فوائد حاصل کرنے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ اس کے علاوہ فلسطینی تحریک مزاحمت میں شامل عناصر سماجی ہم آہنگی کے فقدان کا شکار ہیں۔ اس تحریک میں بورژوا۔ پیٹی بورژوا، محنت کش عوام اور فلسطینی سماج کی کئی احتجاج پسند پرتیں شامل ہیں۔

آج کی فلسطینی تحریک مزاحمت قومی آزادی کی

عبیر النہا ہاشمی

جراتوں کی داستان = مولانا محمد زکریاؒ

جمعیت علماء اسلام اور کراچی کے بعد سطح ذہن پر جو تیسرا تصور ابھرتا ہے وہ مولانا محمد ذکریا ہیں۔ مولانا محمد ذکریا اپنے اسلاف کی عظمتوں کی نشانی اور جراتوں کی زندہ کہانی ہیں۔ مولانا جمعیت علماء اسلام کراچی سنٹر کے امیر ہیں اور پاکستان قومی اتحاد کے نمائندے کی حیثیت سے قومی اسمبلی برائے کراچی حلقہ نمبر ۱۱ میں ایک وفاقی وزیر جن کے مترادفات و قوافی آج کل زبان زد عوام ہیں کے مقابل ایک معرکۃ الآراء انتخابی معرکہ سر کر چکے ہیں۔ اگر سرکاری اعلان کے مطابق مولانا انتخاب نہیں جیت سکے۔ جب کے اصل نتائج کے مطابق مولانا نے اپنے حریف کو شکست فاش دی ہے۔ مولانا کے مدمقابل دھاندلی اور غنڈہ گردی کی سرپرستی میں کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں انہوں نے مولانا کے لئے بھی انہی ہتھیاروں کو استعمال کیا۔

پاکستان میں اس مہم کے سب سے پہلے شہید بھی انہی وزیر کی تدبیر کا شکار ہوئے۔ مولانا سلامت رہے لیکن عین الیکشن کے روز مولانا پولنگ سٹیشنوں کے معائنے کے لئے روانہ ہوئے تو یہی وزیر موصوف جو کہ الیکشن کے آخری ایام میں پاکستان قومی اتحاد کی شہرت اور مولانا کی پوزیشن کی مضبوطی سے کافی حد تک بوکھلا گئے تھے نے اپنے نمک خواروں اور ٹکڑ خوروں کو مولانا کے ختم کرنے کی ہدایت کی۔ اور لکھو کھرا پار میں مولانا پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ مولانا کے ساتھیوں نے اپنی جان پر کھیل کر مولانا کو بچایا۔

مولانا پر قاتلانہ حملہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ یہاں تک کہ مولانا کے انتقال کی افواہ بھی اڑا دی گئی۔ کراچی میں صدر اور بولٹن مارکیٹ کی دکانیں بند ہونا شروع ہو گئیں اور لیاقت آباد میں اشتعال کی صورت پیدا ہونے لگی۔ قریب تھا کہ کراچی میں کوئی ہنگامہ برپا ہوتا کہ لوگوں تک صحیح خبر پہنچ گئی۔ اس خبر کے بعد مولانا کی عیادت اور صحیح صورت حال سے آگاہی کے لئے میں بھی حاضر خدمت ہو گیا۔ (جو کہ نذر قارئین ہے)

حملہ کے بعد مولانا کو جناح ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں بیشتر سیاسی اور زندگی سے متعلق ہر طبقہ کے سرکردہ افراد نے مولانا کی عیادت کی۔ خصوصی طور پر مولانا محمد یوسف بنوری صاحب، جناب شیر باز خان مزاری، شاہ فرید الحق، پروفیسر غفور احمد، منور حسن، مولانا نور الہدی اور جمعیت طلباء اسلام کے محمد فاروق قریشی اور محمد رفیق نے مولانا کی مزاج پرسی کی۔

قارئین کرام قبل اس کے کہ ہم مولانا پر قاتلانہ حملے کی تفصیلات اور انتخابی دھاندلیوں کی روداد سنائیں۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے حالات زندگی پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

حالات زندگی

ضلع ہشیار پور (انڈیا) کی تحصیل گڑھ شنکر کے ایک قصبہ کا نام پنام ہے۔ مولانا محمد ذکریا صاحب کی ولادت ۱۹۲۰ء میں اسی قصبے میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم قصبہ میں ہی پائی۔ حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد رائے پور گوجراں تحصیل نکودر ضلع جالندھر کے معروف مدرسہ جامعہ رشیدیہ جو کہ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے اہل اللہ کی سرپرستی میں جاری تھا۔ اور آج بھی ساہیوال میں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کی نظامت و انتظام میں جاری و ساری ہے میں داخل ہو گئے۔ ایک سال قرآن مجید دہرانے کے بعد چار سال تک قافیہ اور شرح جامی تک کی کتب پڑھیں اور بعد ازاں گوجرانوالہ میں مولانا محمد چراغ کے مدرسہ میں موقوف علیہ تک کی تمام کتب مکمل کیں۔

اس دوران تقسیم برصغیر کا واقعہ پیش آیا تو واپس گھر چلے گئے۔ بعد ازاں ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔ اور گوجرانوالہ میں قیام کیا۔ تحصیل علم کی تشنگی ختم کرنے کے لئے دوبارہ مدرسہ میں داخلہ لیا لیکن معاشی حالت ایسی نہ تھی کہ صرف تعلیم حاصل کر سکتے۔ لہذا مولانا نے دن میں ایک کارخانہ میں مزدوری شروع کر دی اور شام کو مدرسہ میں تعلیم شروع کر دی۔ اس عرصہ میں شادی ہوئی اور تقریباً ڈیڑھ سال اسی عالم میں گزار کر ۱۹۴۹ء میں کراچی پہنچ گئے۔ کراچی آنے کے بعد مدرسہ تعلیم القرآن جیکب لائن میں مدرس ہو گئے تقریباً اٹھارہ ماہ جیکب لائن میں تدریس کے بعد مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں چلے گئے۔ وہاں مہتمم صاحب نے پرائمری سکولوں کا انچارج بنا دیا۔ اور مدرسہ میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں زبردست حصہ لیا۔ یہاں تک کہ کراچی جہانگیر پارک میں ظفر اللہ قادیانی نے جو تقریر کی تو جلسہ خراب کرنا اور بعد ازاں اس تقریر کا نوٹس لینا مولانا ہی کی ذمہ داری تھی۔ جس کو انہوں نے بہت اچھے طریقے سے نبھایا۔ تحریک ختم نبوت میں تین بار جیل یاترا کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

مولانا دورہ حدیث مکمل نہیں کر سکے تھے۔ لہذا تحریک ختم نبوت کے بعد جب ملک میں امن و امان کی صورت پیدا ہوئی تو مولانا نے پاسپورٹ بنوایا اور دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ یہاں فقہ، معانی، منطق اور اصول تفسیر کی کتابیں دوبارہ پڑھیں اور چار سال بعد دورہ حدیث میں داخلہ لیا۔ دورہ حدیث شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ دورہ کی تکمیل کے بعد فنون میں داخل ہو گئے اور سبع عشرہ کے نصاب کی تکمیل کی۔ سلوک کے سلسلے میں مولانا نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مزید ایک سال گزارا۔ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ

علیہ کی قربت کا شرف اس قدر میسر آیا کہ مولانا ان لمحات کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان ایام پہ خود پر فخر کرتے ہیں۔ ایک سال تک شب و روز حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی۔ یہاں تک کے انہی ایام میں حضرت کا انتقال ہوا تو مولانا ذکریا چالیس دن کے اعتکاف میں تھے۔ لیکن حضرت کے انتقال کی خبر سن کر اعتکاف توڑ کر آ گئے اور ان خوش نصیبوں میں شامل ہو گئے۔ جنہوں نے حضرت اسعد مدنی کی معیت میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو آخری غسل دیا۔

جب مولانا ذکریا صاحب یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے۔ تو میں ان کی خوش قسمتی پر ناز کر رہا تھا۔ اور وہ تھے کہ حضرت کے ذکر کے ساتھ ہی تمام چوٹوں کی شدت کو بھول کر عجیب محویت کے عالم میں سیل سمندر کی طرح حالات بتائے چلے جا رہے تھے۔ مولانا کہنے لگے کہ شیخ مدنی کے انتقال کے بعد ہندوستان میں رہنا دوبھر ہو گیا۔ یہاں تک کہ انڈیا کی طرف سے مجھ پر پاکستان کی جاسوسی کا الزام عائد ہوا۔ مقدمہ چلا اور میرا ویزا کینسل ہو گیا۔ مجبوراً پھر پاکستان آنا پڑا۔

۱۹۵۹ء میں پاکستان آیا ایک رمضان لاہور گذارا لبعد ازاں مولانا فضل احمد صاحب مرحوم و مغفور مہتمم مظہر العلوم کھڈہ کی فرمائش پر پھر کراچی پہنچ گیا اور مدرسہ میں مدرس عربی کی حیثیت سے تقرر ہوا اور ایک سال بعد نظامت دار الاقامہ کے فرائض بھی سونپ دیئے گئے۔

سیاسی زندگی کی ابتدا کے بارے میں مولانا فرمانے لگے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ سے تعلق اور سیاسیات سے لاتعلقی ویسے ہی بعید از قیاس ہے۔ لیکن باضابطہ طور پر جماعتی زندگی ۱۹۶۱ء میں شروع کی۔ کراچی جمعیۃ کا ایک عظیم اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت علامہ بنوری مدظلہ نے فرمائی۔ اس میں کراچی جمعیت کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ قاری عبدالحئی صاحب کو کراچی جمعیۃ کا امیر حافظ اسمٰعیل صاحب کو ناظم عمومی اور مجھے ناظم منتخب کیا گیا۔

مولانا نے کراچی جمعیۃ کی چار سال تک ناظم کی حیثیت سے خدمت کی۔ ۱۹۶۶ء میں مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ جو کہ ابتدا میں جبرانی مسجد نو آباد نزد کھڈہ میں قائم کیا گیا اور لبعد ازاں فیڈرل بی ایریا بلاک نمبر میں مدرسہ کے لئے ایک قطعہ اراضی حاصل کیا گیا۔ اور اب مدرسہ میں تعلیم القرآن کا بہتر انداز میں کام ہو رہا ہے اور نمبرہ ذیلی شاخیں کراچی کے مختلف حصوں میں قرآنی تعلیم کی ترویج کر رہی ہیں۔

۱۹۷۵ء میں کراچی جمعیت کے سرپرست بنا دیئے گئے۔ ساتھ ہی صدارت اور نظامت علیا کے اختیارات بھی حاصل تھے۔ لبعد ازاں دستور کے مطابق سہ سالہ انتخاب عمل میں لایا گیا۔ اور مولانا محمد ذکریا کو کراچی سنٹر کا امیر منتخب کر لیا گیا۔ ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۷ء میں مولانا نے دو بارہ حج کیا اور ۱۹۷۵ء میں مسجد نبوی میں اعتکاف کی بھی سعادت حاصل کی۔

مولانا نے کراچی جمعیت کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ شب و روز جمعیت کی ترقی و ترویج سے متعلق ہی سوچتے ہیں۔ روزانہ پریس ریلیز جاری کرتے اور مختلف مقامات پر اجلاس منعقد کرتے رہتے ہیں۔ مولانا کی انہی خدمات کے پیش نظر جمعیۃ نے پاکستان قومی اتحاد کے نمائندے کی حیثیت سے کراچی نمبر ۱۱ سے قومی اسمبلی کا ٹکٹ دیا۔ اور مولانا نے الیکشن میں اس انداز و طریق سے حصہ لیا کہ اپنے اور غیر سبھی کہہ اٹھے کہ "حق ادا کر دیا"۔

میں نے مولانا سے کراچی جمعیۃ کے ارکان کے نام ترجمان کی وساطت سے پیغام کے لئے کہا تو فرمانے لگے کہ اپنے رفقاء کے نام میری صرف اتنی درخواست ہے کہ وہ اپنی تنظیم میں نظم و ضبط قائم رکھیں اور اسلامی نظام کی ترویج و اشاعت کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں اور جماعتی اجلاس میں شرکت عبادت و ثواب سمجھ کر کی جائے۔ آخر میں انہوں نے فرمایا کہ میرے کراچی کے باشعور جماعتی احباب وقت اور کام کی اہمیت کا احساس کرتے ہوتے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ اور انشاء اللہ اپنے احباب کی کوششوں اور خلوص کے باعث ہم ہر مشکل پر قابو پالیں گے۔ مولانا سے جب موجودہ طریق انتخاب کے بارے میں سوال کیا تو یوں گویا ہوئے کہ موجودہ طریق سے بوگس ووٹنگ نہیں رک سکتی۔ اس کے لئے تین چیزیں ہونا ضروری ہیں۔

ا۔ حکومت کو ایک ماہ پہلے مستعفی ہو جانا چاہیے

ب۔ ووٹ کے استعمال کے طریق کار کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت ہے اس میں شناختی کارڈ کی ضرورت تسلیم کی جانی چاہیے۔

ج۔ ووٹروں کے استقبالیہ کیمپ کے ساتھ ساتھ الوداعی کیمپ بھی ہونا چاہیے تاکہ ووٹر ووٹ دینے کے بعد وہاں ایک دن گزار سکیں اور ان کی جملہ ضروریات کا ہر کیمپ میں انتظام ہونا چاہیے اور گنتی کے موقعہ پر بیلٹ پیپروں اور ووٹروں میں مطابقت کی جائے۔

آپ نے اپنے منصوبے کے مطابق الیکشن لڑا؟ میں نے سوال کیا۔

مولانا فرمانے لگے کہ بالکل ایسا نہیں ہو سکا جن خطوط اور لائینوں پر میں الیکشن لڑنا چاہتا تھا۔ حالات نے زبردست رکاوٹ پیدا کی۔ سرکاری گروہ کی طرف سے پے در پے حملے کارکنوں پر تشدد، سرمایہ کی قلت اور علاقہ کی بے ڈھنگی اور وقت کی کمی میرے منصوبے کے آڑے آئی۔ اگر میں اپنے منصوبے کے مطابق الیکشن لڑتا تو نتائج بہت زیادہ بہتر ہو سکتے تھے تاہم میں جمعیت علماء اسلام حلقہ مشرقی جماعت اسلامی کے کارکنوں اور خصوصاً جمعیت طلبا اسلام کے نوجوانوں کا زبردست ممنون ہوں۔ جنہوں نے شب و روز میری الیکشن مہم میں زبردست جدوجہد کی اور ۷ مارچ کو جمعیۃ طلباء اسلام کراچی کے نوجوانوں نے جس طرح اپنی جانوں پر کھیلتے ہوئے اور بھوک پیاس برداشت کر کے تاریخی کردار ادا کیا۔ اس پر میں

قاتلانہ حملہ کہاں ہوا؟
کیسے ہوا؟ اور کس نے کرایا؟

جیسا کہ حکمران جماعت کی ابتدا ہی سے یہ پالیسی رہی ہے کہ دھونس، خوف، دہشت گردی اور بالآخر دھاندلی کے ہتھیار استعمال کرکے کامیابی حاصل کی جائے۔ مولانا کا حلقہ چونکہ ایک چہیتے وفاقی وزیر سے متعلق تھا لہٰذا یہاں یہ آلات بدرجہ اتم استعمال کئے گئے۔ اس سلسلہ کی اگر مکمل روئداد قلمبند کی جائے تو شاید ترجمان اسلام کا ایک خصوصی نمبر ترتیب دینا پڑے۔ لہٰذا سردست صرف دو اہم واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلا واقعہ ۶ فروری ۱۹۷۷ء کا ہے گھڑی کی دونوں سوئیاں بارہ کے ہندسے پر معانقہ کرنے میں مصروف تھیں۔ اور مولانا محمد زکریا صاحب اپنے حلقے کے گوٹھوں کا دورہ کر رہے تھے۔ عوام تھے کہ وہ مولانا کے حضور بچھے جاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ قریبی گوٹھ میں ایک میت ہوگئی ہے۔ مولانا پسماندگان سے تعزیت کے لئے جاتے ہیں۔ افراد خانہ دماغ و دل فرش راہ کرتے ہیں۔ مولانا مع احباب دعائے مغفرت کے بعد اگلے گوٹھ کے لئے روانہ ہوتے ہیں جلوس کی صورت میں جس مقام پر بھی جاتے ہیں۔ عوام مکمل تعاون و حمایت کا یقین دلاتے ہیں۔ اور خاطر مدارات کرتے ہیں۔

پروگرام کے مطابق یہ قافلہ تحصیل جام کنڈو پہنچتا ہے۔ جناب عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب مع اپنے سابقوں اور لاحقوں کے جلوس کے استقبال کے لئے موجود ہیں۔ آج گوٹھ اپنی آبادی سے زیادہ پررونق نظر آرہا تھا۔ کیونکہ وفاقی وزیر نے شہر کے اطراف و اکناف سے تمام "شرفا" کو اکٹھا کیا ہوا تھا۔

گوٹھ میں جلوس جیسے ہی داخل ہوتا ہے۔ نمک خوارانِ سرکار وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شرکاء جلوس کے تمام بینرز جن پر اسلامی نفاذ اور غنڈہ گردی کے خاتمے سے متعلق نعرے لکھے ہوئے تھے۔ پھاڑ دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی پتھروں کی بارش اس انداز سے کرتے ہیں کہ گویا یہ جام کنڈو نہیں بلکہ طائف کا میدان ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سنگباری ختم ہو جاتی ہے

بہ نعرہ دم پخت وفادار لوگ بندوقوں سے لیس آ دھمکتے ہیں۔ اور ایک ایکی نہتے لوگوں جن کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ

اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

پر فائرنگ اس طرح شروع کر دیتے ہیں کہ جیسے وہ کسی دشمن ملک کے سپاہیوں پر حملہ آور ہوں۔ نہتے عوام پر جب اندھا دھند فائرنگ ہونے لگی تو لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ جلوس میں شامل موٹر کی وغیرہ پر لوگ چڑھ گئے۔ اور جان کی اماں کے لئے گوٹھ سے نکل گئے جو لوگ جلدی میں کسی سواری میں سوار نہ ہو سکے۔ وہ حملہ آور درندوں کے نرغہ میں اس طرح آ گئے جیسے کہ میدان کربلا میں۔ یزیدی فوج کے درمیان حسینی لشکر ان بے بس افراد میں مولانا قطب الدین صاحب حنیف شاہ صاحب، جناب ریاض الدین صاحب، اور دادا احمد صاحب شامل تھے۔ جب یہ گنے چنے افراد رہ گئے۔ اور باقی لوگ کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل گئے۔ تو میدان اپنے ہاتھ دیکھتے ہوئے پیرزادہ صاحب بذات خود تشریف لاتے ہیں۔ مارنے پیٹنے اور اذیت کے مختلف طریقوں پر ہدایات فرماتے ہیں۔ تمام افراد کی تمام رقم ہتھیا لی جاتی ہے۔ اور گھڑیاں اتار لی جاتی ہیں۔ جناب ریاض الدین صاحب پر سزاؤں اور اذیتوں کے اس قدر تجربات کئے جاتے ہیں کہ وہ اس چنگیزیت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اس جہان ہی سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اور یوں اس تحریک کے شہید اول ہونے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں مولانا قطب الدین صاحب جو جمعیۃ العلماء اسلام کراچی شرقی کے نائب امیر اور مولانا محمد زکریا صاحب کے مجوز بھی ہیں۔ کو اس قدر مارا جاتا ہے۔ کہ وہ بے حال ہو کر خدا کے نام پر اماں مانگنے لگتے ہیں۔ اس پر پیرزادہ صاحب مزید برہم ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ اس طرح گویا ہوتے ہیں۔ کہ

"خدا صرف پہاڑوں میں رہتا ہے
یہاں صرف بھٹو ہے" (نعوذ باللہ)

یہ کہہ کر اپنی ذہنی تسکین کے لئے اور مارا جاتا ہے۔ اور فاتحانہ انداز میں قہقہے برسائے جاتے ہیں۔ پیرزادہ صاحب پھر گویا ہوتے ہیں۔ کہ

مولویوں کو ختم کر دو، اور یہ مفتی کا آدمی ہے اسے بالکل ختم کردو۔

اس بھگدڑ کے دوران ایک ٹرک ریت میں دھنس جاتا ہے۔ پیشہ ور قزاق فوراً لپکتے ہیں اور ٹرک کو آگ لگا دیتے ہیں۔ ظلم و تشدد کی تمام تر کارروائی کرنے کے بعد تمام افراد کو گرفتار کرا دیا جاتا ہے۔ گرفتار شدگان کی تعداد پینتیس بنتی ہے۔ گوٹھوں میں مقیم بلوچ خاندان جن کی ہمدردیاں پاکستان قومی اتحاد کے ساتھ تھیں۔ پر فائرنگ کی جاتی ہے۔ اور ان کے گھروں کو اس طرح آگ لگا دی جاتی ہے۔ جیسے ڈاکو دیہاتوں میں ڈاکہ ڈالنے کے بعد فتح کے نشان اور اپنی بربریت کا سکہ بٹھانے کی خاطر گھروں کو نذر آتش کر کے تیتر ہو جاتے ہیں۔ اور آتش انتقام اسی پر سرد نہیں ہو جاتی، بلکہ آتش زدہ مکان کے باسیوں کو بھی گرفتار کرلیا جاتا ہے یہاں تک کہ ان ستم زدہ لوگوں کے حالات معلوم کرنے اور صورت حال سے آگہی کے لئے جو ٹیم آتی ہے۔ اسے بھی پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔

دوسرا واقعہ پورے ایک ماہ بعد یعنی سات مارچ یوم انتخاب کو عمل میں آتا ہے۔

سات مارچ صبح کے پونے آٹھ بجے ہیں۔ اور مولانا زکریا صاحب تمام پولنگ اسٹیشنوں کے معائنہ کے لئے اپنے انتخابی دفتر سعود آباد سے روانہ ہوتے ہیں۔ مولانا بشیر احمد صاحب، محمد سلیمان صاحب ایک خاتون پولنگ ایجنٹ اور ان کے بھائی مولانا کے ہمراہ ہیں۔ سب سے پہلے دیہہ ولیج گوٹھ جاتے ہیں۔ جہاں خاتون پولنگ ایجنٹ متعین کرنا ہے۔ گوٹھ کے زنانہ و مردانہ پولنگ بوتھ کا معائنہ کیا۔ فضا پرسکون نظر آتی ہے۔ پولیس اور جانباز فورس کے جوان بھی گھرائے ہیں۔ لیکن

کراچی حلقہ نمبر ۱۱

سر بسر دھاندلی، جا بجا دھاندلی

پیرزادہ صاحب ہار کر بھی کیسے جیت گئے

قبل اس کے کہ کراچی کے حلقہ ۱۱ جہاں مولانا محمد زکریا صاحب اور وفاقی وزیر تعلیم جناب عبدالحفیظ پیرزادہ کا مقابلہ ہوا، کی انتخابی بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کی روداد پیش کی جائے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے کا سرسری جائزہ لیا جائے۔

یہ علاقہ جس کے کل ووٹروں کی تعداد ایک لاکھ انچاس ہزار ۵۹۰۰۰ را ہے کراچی کے مضافاتی شہری علاقوں اور متعدد گوٹھوں پر مشتمل ہے۔ اس میں گلشن اقبال جیسے ماڈرن اور ترقی یافتہ علاقے بھی شامل ہیں اور دلمولو جیسے پسماندہ اور دور دراز کے گوٹھ بھی شہری علاقوں میں مہاجرین کی اکثریت آباد ہے، جبکہ دیہاتی علاقہ میں سندھی اور بلوچ رہتے ہیں۔ شہری علاقہ کے ووٹروں کی تعداد نوے ہزار ۹۰۰۰۰ اور دیہی علاقہ کے افراد کے ووٹ ساٹھ ہزار بنتے ہیں۔

موجودہ انتخابی حلقے کی تشکیل پیرزادہ صاحب نے خصوصی طور پر کرائی تاکہ مخالف امیدوار کو انتخابی مہم میں دشواری پیش آسکے اور گوٹھوں میں من مانی کارروائیاں عمل میں لاکر مخالفین کو ہراساں کیا جاسکے۔ ویسے بھی بقول ان کے سندھی گوٹھوں میں پیپلز پارٹی کے مخالف پروپیگنڈہ زیادہ آسان ہے۔ اسی حکمت عملی کے پیش نظر گوٹھوں میں یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ پاکستان قومی اتحاد ملک میں مہاجرین اور پنجابیوں کی حکومت لانا چاہتا ہے۔ اور بقول ان کے سندھیوں کو غلام بنانے کی سازش کی جارہی ہے

اس جھوٹے پروپیگنڈے سے سادہ لوح سندھی ان کے دام فریب میں پھنس گئے۔ لیکن بلوچ باشندے جو موجودہ حکومت کے بلوچستان پر ظلم و تشدد کے واقعات کو ابھی نہیں بھولے تھے اس پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہو سکے، لیکن سندھیوں کی اکثریت اور گوٹھوں میں غنڈوں کی حکمرانی کے پیش نظر وہ کھل کر اتحاد کی حمایت تو نہ کر سکے تاہم ان کی ہمدردیاں قومی اتحاد کو حاصل تھیں۔

شہری علاقہ میں حکمران جماعت کی تعریف و توصیف میں ایک کلمہ سننا بھی گوارا نہ تھا وہاں کے لوگوں نے پاکستان قومی اتحاد کا والہانہ خیر مقدم کیا۔ مولانا محمد زکریا اور ان کے ساتھی جس علاقے میں بھی جاتے زبردست استقبال کیا جاتا اور عظیم الشان جلسہ ہائے عام کا انعقاد ہوتا۔ یہ صورت حال دیکھ کر پیرزادہ صاحب نے جو کراچی میں پیپلز پارٹی کے انتخابی مہم کے چیئرمین بھی تھے، گوٹھوں میں مولانا محمد زکریا اور ان کے ساتھیوں کے مشکلات پیدا کر کے خوفزدہ و ہراساں کرنے کی سعیٔ ناکام شروع فرمائی۔

انہوں نے عوامی بیداری اور پاکستان قومی اتحاد کی روز بروز بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوفزدہ ہو کر مولانا محمد زکریا پر قاتلانہ حملوں کا جال بچھایا۔ گویا یہ ان کے ترکش سے تیسرا تیر نکل رہا تھا۔ مولانا جب بھینس کالونی میں انتخابی جلسہ و جلوس کے لیے پہونچے تو بس اسٹاپ پر چند ہوٹل مالکان جو منصب سندھی اور سرکاری پٹہ پر دُم ہلانا ہی فخر و مباہات کی معراج سمجھتے ہیں۔ مولانا اور ان کے ساتھیوں پر پتھراؤ کیا اور اسلحہ لے کر میدان میں نکل آئے لیکن وہاں کے عوام نے زبردست جرأت کا مظاہرہ کیا اور مولانا نے نہ صرف ایک عظیم جلوس سے خطاب کیا، بلکہ زبردست جلوس کی قیادت بھی کی۔ یہاں ناکام ہونے کے بعد ۶ فروری کو جام کنڈوں میں مولانا کے جلوس پر ایک اور قاتلانہ حملہ کیا گیا جس میں مولانا تو بچ گئے ہیں، لیکن جناب ریاض الدین شہید کر دیئے گئے۔ اور مولانا قطب الدین سمیت بیشتر ساتھی شدید زخمی کر دیئے گئے۔

الغرض حکمران جماعت اپنے تمام حربوں کے باوجود مولانا کو اپنی راہ سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ تو چوتھا تیر یہ چلایا کہ پولنگ بوتھ کے مقامات اپنی مرضی سے متعین کرائے۔ شہری علاقوں سے خوفزدہ ہو کر پولنگ سٹیشن شہری آبادیوں کے بجائے دور دراز دیہاتی علاقوں میں بنوائے۔ اس طرح وہ دو فایدے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اول یہ کہ شہری آبادی کو پریشان کر دیا جائے تاکہ قومی اتحاد کے ووٹ کم ہو سکیں۔ دوسرے ان کو خوفزدہ کر دیا جائے اور گوٹھوں کی آبادی کو خوش کر دیا جائے یہاں تک کہ اگر شہری علاقے کے ووٹوں کی تعداد دیہی علاقے سے دوگنی یا تین گنی بھی ہو تب بھی پولنگ بوتھ دیہی علاقے میں بنایا گیا۔ اور خصوصاً ایسے علاقوں میں جس کے گرد و پیش دور دور تک کوئی آبادی کا نشان نہ تھا اور باآسانی دھاندلی ہو سکتی تھی۔ مثلاً گلشن اقبال سکیم کراچی کا جدید ترقی یافتہ علاقہ ہے، لیکن اس کا پولنگ بوتھ وہاں سے پانچ میل دور گیول گوٹھ میں بنایا گیا۔ حالانکہ اس کے قریب ہی این، ای، ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی اور جامعہ کراچی کی عالیشان عمارتیں موجود تھیں، لیکن چونکہ ان مقامات پر دھاندلی نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے ان مقامات سے پرہیز کیا گیا، اسی طرح کورنگی کریک کے باشندوں کے لیے جہاں پر زیادہ تر سرکاری ملازمین آباد ہیں کو خوفزدہ کرنے کے لیے ان کا پولنگ بوتھ وہاں سے کافی دور ابراہیم چلدری گوٹھ میں بنایا گیا

اور پیرزادہ صاحب نے اپنے حلقہ کے مختلف علاقوں کے تھانوں میں اپنی پسند کے ایس ایچ او تبدیل کرائے تاکہ من مانی کارروائیوں میں آسانی پیدا ہو سکے۔

پولنگ اسٹیشنوں کے تعین و قیام کے بعد پولنگ بوتھ کے نظام کا مرحلہ تھا۔ پولنگ بوتھ کے نظام میں مولانا ذکریا صاحب کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ شہر کے دور دراز علاقوں اور ویران و سنسان گوٹھوں میں پولنگ بوتھ پر خواتین ایجنٹوں کو بھیجنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ تاہم خواتین و حضرات نے کمال جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہر سے کافی دور پولنگ بوتھ پر جانا منظور کیا۔ قانون کے مطابق زنانہ پولنگ بوتھ پر مرد ایجنٹ بھی نمائندگی کر سکتا ہے۔ مگر تقریباً دس مقامات پر جو غیر محفوظ تھے مرد حضرات کو بیٹھنے سے منع کر دیا گیا اور متعدد پولنگ بوتھ سے ایجنٹ حضرات کو زبردستی باہر نکال دیا گیا۔ اور صاحب داد اور ولیج گوٹھ کے پولنگ بوتھ نمبر ۵۲، ۵۳ پر دو لیڈیز ایجنٹوں کو دھکے دیکر باہر نکال دیا گیا۔ چالیس پولنگ بوتھ دیہی علاقوں میں تھے۔ جب پولنگ سٹیشنوں کی دیکھ بھال کے لیے قومی اتحاد کی گاڑیاں پہونچیں تو پیپلز پارٹی نے راستوں پر ٹرک کھڑے کر کے راستہ روک دیا۔ اور قومی اتحاد کے ایجنٹوں کو مسلح افراد نے ڈرایا اور دھمکایا۔ جس گوٹھ کی آبادی تین سو تھی وہاں تین ہزار ووٹ بنوائے گئے۔ اور چھوٹے چھوٹے بچوں نے بیشتر بار معمر افراد کی طرف سے ووٹ کاسٹ کئے۔

شہری آبادی میں اکثر و بیشتر افراد کے ووٹ ہی نہیں بنائے گئے۔ آبادی سے بہت کم ووٹ بنائے گئے اور دیہی علاقوں میں اسلحہ تقسیم کیا گیا۔ اور کئی مقامات پر فائرنگ کرائی گئی تاکہ ووٹر خوفزدہ ہو کر حکمران جماعت کے حق میں ووٹ استعمال کریں۔

دھاندلی کی انتہا دیکھیے کہ لانڈھی سے آگے پیپری کا علاقہ ہے جہاں پر کراچی سٹیل مل کا قیام بھی ہوا ہے۔ وہاں کے چار ہزار افراد کا نام ووٹوں کی کسی فہرست میں نہیں۔

دیہی علاقوں کے تمام پولنگ اسٹیشنوں پر زبردست دھاندلی روا رکھی گئی۔ خصوصاً گبول گوٹھ کے زنانہ بوتھ پر دھاندلی کے ریکارڈ توڑ دیئے گئے اور قومی اتحاد کی ایجنٹ خواتین کے بار بار منع کرنے کے باوجود بھی کوئی تدارک نہیں ہو سکا۔ کیونکہ خود پریزائیڈنگ آفیسر اس میں ملوث تھیں۔ گبول گوٹھ کے مردانہ بوتھ پر بھی یہی کیفیت قائم رہی اور غیر متعلقہ افراد کی مداخلت جاری رہی۔

آخر کار قومی اتحاد کی خواتین ایجنٹ نے اس صریح دھاندلی اور بے ایمانی کے خلاف واک آؤٹ کیا لیکن اس کا کوئی رد عمل نہیں ہو سکا۔ مختلف بوتھ پر ایجنٹ خواتین کو صبح ہی سے محبوس کر دیا گیا اور کوششوں کے باوجود ان سے ملنے نہیں دیا گیا۔ وہ رات تک بھوکی پیاسی رہیں۔ متعین ایس، ایچ، او اتحاد کے لوگوں کو دیکھتے ہی کھسک جاتا۔ اور مقامی پولیس پاکستان قومی اتحاد کے لوگوں سے تعاون کرنے سے صاف انکار کرتی رہی۔

یہاں تک کہ قومی اتحاد کے لوگوں نے خواتین ایجنٹ کی تبدیلی کو کہا، لیکن انتخابی عملہ نے صاف انکار کر دیا دیہی علاقوں کے پولنگ بوتھ پر صرف پولیس کے ایک دو سپاہی موجود تھے اور جہاں اور جہاں تعداد اس سے زیادہ تھی وہ پی، پی، پی سے ہمدردی کا ثبوت بہم پہونچا رہے تھے۔ ڈالیا سیمنٹ فیکٹری کے زنانہ بوتھ پر غنڈہ عناصر نے محاصرہ قائم رکھا کزنال لیتی اور دیگر پولنگ بوتھ پر حکمران پیپلز پارٹی کے نوجوانوں نے حق نمک ادا کرنے کی سر توڑ کوشش جاری رکھی۔ لوگوں کو پریشان اور خواتین کو بے عزت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

یہ صورت حال پیرزادہ صاحب کے پولنگ سٹیشنوں کے دورہ کے بعد ہوئی۔ پیرزادہ صاحب اپنی ٹیم کے ہمراہ جہاں جہاں گئے فضا میں کشیدگی بڑھتی گئی۔ انہوں نے انتخابی عملہ اور پیپلز پارٹی کے لوگوں کو دھمکی دی اور کہا کہ جو ہو سکتا ہے کر گزرو خواہ ان کو جان سے مار دو میں ذمہ دار ہوں۔

مولانا محمد زکریا پر ۷ مارچ کو قاتلانہ حملہ بھی اسی شہ کا نتیجہ ہے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کیا گیا لیکن آفیسران نے کافی دیر ٹیلیفون نہیں اٹھایا اور بعد میں انہوں نے اپنی مکمل بے بسی کا اظہار کیا—!

یہاں تک کہ ہوم سیکریٹری نے بھی صاف انکار کر دیا اب ان تمام تر کارگزاریوں کے بعد آخری مرحلہ نتائج کو زبردستی تبدیل کرنے کا تھا۔ مختلف مقامات پر بیلٹ بکس غنڈوں کی سرکردگی میں اٹھا لیے گئے۔ کچھ بیلٹ بکس تو علاقہ کے مزدور ورکرز یونین کے لیڈر جناب نقاب علی خان نے پریس کے نمائندوں کو دکھائے اور منگو پیر روڈ کے ایک سرکاری ملازم جو انتخابی عملہ میں شریک تھے جن کا نام محمد تقی صاحب ہے خود دو بیلٹ بکس غنڈوں کی دست برد سے بچا کر کراچی ایسٹ کے کمشنر کو دوسرے روز دیئے، لیکن کمشنر صاحب بھی اس کو شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے اور کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہو سکی۔

ان تمام تر دھاندلیوں کے باوجود مولانا پھر بھی پیرزادہ صاحب سے جیت رہے تھے۔ اب ترکش کا آخری تیر چلتا ہے اور وہ یہ کہ ریڈیو سے بالکل مختلف اعلان کیا گیا پڑھیے اور سر دھنیے۔ دھاندلی کی انتہا ہے۔ مولانا کے حلقہ میں کل پولنگ بوتھ ستانوے ہیں جب کہ ایجنٹ اکیانوے—!

بوتھ پر مولانا کو ایجنٹ بھیجنے کو کہا گیا۔ سو اکیانوے پولنگ بوتھ کا رزلٹ درج ذیل ہے

مولانا ذکریا صاحب	٣٨٤٠٠
عبدالحفیظ پیرزادہ	٣٦٢٠٠

بقیہ کل چھ بوتھ کے ووٹروں کی تعداد کل دو ہزار ہے، اگر وہ تمام پیرزادہ کے کھاتہ میں بھی ڈال دیئے جائیں تو بھی پیرزادہ صاحب شکست سے نہیں بچ سکتے۔ لیکن ریڈیو سے جو اعلان ہوا وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جناب عبدالحفیظ پیرزادہ	پی پی پی	۵۱،۰۰۰
جناب مولانا محمد زکریا صاحب	پی این اے	۳۲،۰۰۰

باقی صفحہ ۱۸ پر

محمد طیّب کشمیری

خلیفۂ اسلام کے نام حسن بصری کا پیغام

ایک اسلامی ریاست کا سربراہ کیسا ہو۔ کن خصوصیات کا حامل ہو، کن اوصاف و کمالات کا مالک ہو اور رعایا کے ساتھ اس کا کس قسم کا تعلق ہو۔ اس کی وضاحت کے لیے قارئین کرام کی خدمت میں حضرت حسن بصریؒ کا مکتوب گرامی پیش خدمت ہے۔ مورخین [illegible] ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر [illegible] ہوئے۔ تو انھوں نے حضرت حسن بصریؒ کے نام ایک خط لکھا کہ مجھے امام عادل کے اوصاف لکھ بھیجیے اس پر حسن بصری نے مندرجہ ذیل مکتوب خلیفہ موصوف کی طرف بھیجا :

۱ اے امیرالمومنین ! یاد رکھیے اللہ تعالیٰ نے امام عادل کو ہر کج رو کے سیدھا کرنے اور ہر ظالم کو ظلم سے باز رکھنے کے لیے بنایا ہے

۲- اے امیرالمومنین ! امام عادل ہر فاسد کے لیے باعثِ درستی، ہر ضعیف کے لیے منبع قوت ہر مظلوم کے لیے وسیلہ دادرسی اور ہر غمزدہ کے لیے ملجائے اطمینان ہے۔

۳- اے امیرالمومنین ! امام عادل اس شفیق ساربان کی مانند ہے جو اپنے اونٹوں کو عمدہ سے عمدہ چراگاہوں سے چراتا، ہلاکت کی جگہ سے روکتا، ان کو بھیڑیوں سے بچاتا اور سردی و گرمی کی شدت سے محفوظ رکھتا ہے۔

۴- اے امیرالمومنین ! امام عادل اس باپ کی مانند ہے جو اپنے بچوں پر مہربان ہوتا ہے چھوٹے ہوں تو ان کی پرورش کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ بڑے ہو جائیں تو ان کو تعلیم دیتا ہے، جب تک زندہ رہتا ہے ان کے لیے کمائی کرتا ہے اور اپنے مرنے کے بعد ان کے لیے ذخیرۂ دولت چھوڑ کر جاتا ہے۔ !

۵ اے امیرالمومنین ! امام عادل اس شفیق ماں کی طرح ہوتا ہے جو اپنے بچوں پر جان دیتی ہے، جو تکلیف ہی میں اسکو پیٹ میں رکھتی ہے اور تکلیف ہی سے اسکو جنم دیتی ہے۔ پھر اس کی تربیت کرتی ہے بچہ چونک اٹھے تو وہ بھی جاگ اٹھتی ہے بچہ آرام میں ہو تو وہ بھی آرام کرتی ہے۔ کبھی دودھ دیتی ہے اور کبھی دودھ چھڑاتی ہے۔ وہ تندرست رہے تو خوش رہتی ہے۔ اسکو کوئی شکایت ہو تو مغموم ہو جاتی ہے۔

۶- اے امیرالمومنین ! امام عادل یتیموں کا سرپرست مسکینوں کا ڈھارس ہوتا ہے۔ وہ چھوٹے ہوں تو ان کی تربیت کرتا ہے اور بڑے ہوں تو ان کے نان و نفقہ کا کفیل ہوتا ہے۔

۷- اے امیرالمومنین ! امام عادل کو نظام اجتماعی میں وہی حیثیت حاصل ہے جو اعضاء و جوارح میں دل کو حاصل ہے کہ دل کے درست رہنے سے سارے اعضاء و جوارح درست رہتے ہیں اور دل خراب ہو جائے تو تمام اعضاء خراب ہو جاتے ہیں۔

۸- اے امیرالمومنین ! امام عادل اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک وسیلہ ہے۔ وہ پہلے خود اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرتا ہے اور پھر لوگوں سے اطاعت کراتا ہے۔

۹- اے امیرالمومنین ! ان چیزوں کے متعلق جن کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے مالک بنایا ہے ایسے نوکر کی طرح نہ ہونا چاہیے جسے اس کا مالک امین بنا کر اپنے مال اور اہل و عیال کو اس کی حفاظت میں دیتا ہے اور وہ مال کو تباہ اور عیال کو پریشان کرتا ہے۔

۱۰- اے امیرالمومنین ! اللہ تعالیٰ نے حدود قائم کر رکھی ہیں، تاکہ ان کو سامنے رکھ کر ناپاک اور بری باتوں سے منع کرے۔ پس اگر حدود کا نگران اور والی خود ہی فواحش کا ارتکاب کرنے اور حدوداللہ کو توڑنے لگے تو کس قدر حیف کی بات ہے۔

۱۱ اے امیرالمومنین ! اللہ تعالیٰ نے قصاص کو اپنے بندوں کے لیے زندگی کا باعث بنایا ہے پس اگر ان سے قصاص لینے والا خود ہی ان کو قتل کرنا شروع کر دے تو کس قدر رنج کا مقام ہے۔

۱۲ اے امیرالمومنین ! موت کو یاد کیجیے اور غور کیجیے کہ موت کے بعد کیا کیا واقعات پیش آنے والے ہیں۔ غور فرمایئے کہ اس وقت آپ کا قبیلہ نہایت قلیل اور آپ کے انصار و مددگار مفقود ہوں گے۔ اس وقت کے لیے اور اس سے بڑی گھبراہٹ کے وقت کے لیے زاد راہ تیار کیجیے۔

۱۳ اے امیرالمومنین ! جس گھر میں آپ رہتے ہیں اس کے علاوہ بھی آپ کا گھر ہے جس میں آپ کو بہت دیر ٹھہرنا ہے۔ اس تنگ و تاریک گھر میں آپ کو اکیلے چھوڑ کر تمام دوست واپس آ جائیں گے اس وقت کے لیے سامان تیار کیجیے جب مرد اپنے بھائی اپنی ماں اپنی بہن اپنے باپ اپنے بیٹوں اپنی

بیوی اور دیگر رشتہ داروں اور دوستوں سے بھاگے گا۔

۱۴ اے امیر المومنین! اس وقت کو یاد کیجیے جب قبروں سے لوگوں کو اٹھا کر مافی الصدور کا جائزہ لیا جائے گا۔ جب بھید کھل جائیں گے اور جب ہر چھوٹے بڑے عمل کا شمار ہوگا۔

۱۵ اے امیر المومنین! آپ کو مہلت ملی ہوئی ہے۔ جب موت آئے گی تو تمام امیدیں منقطع ہو جائیں گی۔ اس مہلت کو غنیمت سمجھتے ہوئے ابھی سے تیاری شروع کر دیجیے۔

۱۶ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ کے بندوں میں جاہلوں کی طرح فیصلے نہ کرنا۔ ان کے ساتھ ظالموں کا سا رویہ نہ کرنا۔ اور کمزوروں پر متکبروں کو مسلط نہ کرنا۔ کیونکہ وہ مومن کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے کسی عہد یا ذمہ داری کا احساس ملحوظ نہ رکھیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک تو آپ کو اپنے اعمال کا بوجھ اٹھانا پڑے گا اور دوسرے ظالم اور متکبر گورنروں کے اعمال کے لیے بھی آپ ہی سے باز پرس ہوگی۔

۱۷ اے امیر المومنین! ان لوگوں سے دھوکہ نہ کھانا جو آپ کو عذاب میں ڈال کر خود گلچھرے اڑائیں اور آپ کی آخرت کی عمدہ غذائیں چھین کر وہ دنیا میں مزے اڑائیں۔

۱۸ اے امیر المومنین! یہ نہ دیکھیے کہ آج آپکی کتنی طاقت ہے، بلکہ یہ دیکھیے کہ جب آپ موت کے جال میں قید ہوں گے۔ ملائکہ اور انبیا و مرسلین کے مجمع میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور جب رب ذوالجلال کے سامنے پیشانیاں گھس رہی ہوں گی تو اس وقت آپ میں کتنی طاقت ہوگی؟

۱۹ اے امیر المومنین! اگرچہ میں آپ کو اس بلاغت کے ساتھ نصیحت نہیں کر سکتا جو مجھ سے پہلے ارباب علم و دانش کر چکے ہیں لیکن میں نے خیر خواہی اور شفقت میں کوئی کوتاہی اور کمی نہیں کی اس لیے میرے مکتوب کو کسی ایسے دوست کی کڑوی دوا سمجھنا جو باعث شفا سمجھ کر دی جاتی ہے۔

والسلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محترم قارئین! آج بھی اگر مذکورہ بالا اوصاف و کمالات کے حامل، خدا ترس اور عوام دوست افراد کو منتخب کیا جائے تو عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت کا نقشہ قائم ہونا کچھ بعید نہیں۔ کاش مسلمان سنبھل جائیں جوشیلے اور مکر و فریب سے بھرپور نعروں اور وعدوں کے بجائے عقل و دانش کا ثبوت دیتے ہوئے ایک دینی، مذہبی اور اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے فضا ہموار کرنے والوں کا عملی تعاون کر کے دین دوستی کا ثبوت دیں۔

بقیہ: جرأتوں کی داستان

ملاحظہ فرمایا کہ آپ نے دھاندلی نے کیا کرشمے دکھائے۔ مولانا محمد زکریا صاحب کے پاس تمام پولنگ بوتھ کے نتائج مع الیکشن آفیسرز کے دستخطوں کے موجود ہیں اور ان تمام کے مجموعہ کا نتیجہ ہم نے سطور بالا میں عرض کر دیا ہے۔

یہ حال تو صرف ایک حلقہ کا ہے۔ حکمران جماعت نے پورے ملک میں ہی دھاندلی کے وہ کرتب دکھائے کہ دیانت و شرافت سر پیٹ کر رہ گئیں۔ بلیٹ بکس کا تقدس مجروح ہوگیا اور بیرونی دنیا میں قوم کے وقار کو وہ دھچکا لگا ہے کہ الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔!!!

کچھ دوستوں نے مولانا سے عدالتی کارروائی کرنے اور حکام بالا کو ان حالات سے مطلع کرنے کو کہا، لیکن مولانا نے صاف انکار کر دیا۔ کیونکہ:

وہی قاتل وہی شاہد وہی منصف ٹھہرے
اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

انتخابات کی کہانی ۔ ایک پولیس افسر کی زبانی

۷ مارچ اور ۱۰ مارچ

میں ایک ذمہ دار پولیس افسر ایک مسلمان اور ایک ذمہ دار پاکستانی شہری ہوں۔ ممکن ہے آپ کسی غلط فہمی یا بے یقینی میں مبتلا ہوں کہ ۷ مارچ اور دس مارچ کو کیا ہوا۔ اس میں کیا کردار کس کس نے ادا کیا میں آپ کو اپنی آپ بیتی حلفاً لکھ رہا ہوں۔ آپ مانیں یا نہ مانیں یہ آپ کا اپنا معاملہ ہے۔ اتنی استدعا ضرور ہے کہ میری یہ تحریر کسی صورت میں ظاہر نہ ہو اور میں اپنا نام یا کوئی ایسی جگہ بھی تحریر کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ اخبار میں یا کسی رسالہ میں میری زبانی سننا پسند فرمائیں تو جہاں آپ فرمائیں میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ ہاں اسی قسم کے واقعات میں نے جس پولیس افسر کو سنائے اس نے بھی ہو بہو اسی قسم کے واقعات اپنے بارے میں سنائے۔ اگر کسی عدالت میں ہم پولیس افسران متعینہ ڈیوٹی سے شہادت لی جائے تو ہم شہادت بھی دینے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ ہمیں عدالت کی طرف سے ہمارے تحفظ کی یقین دہانی ہو جائے۔

میری ڈیوٹی میری جائے تعیناتی سے دور دراز لگائی گئی تھی۔ جہاں ایک پولنگ اسٹیشن پر سات تاریخ کو ووٹنگ ہونی تھی۔ ہمیں ۶ مارچ کو اپنی ڈیوٹی کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ ایک شخص جو اس پولنگ اسٹیشن کے قریب ایک گاؤں میں رہائش رکھتا تھا۔ رات کو اس شخص کے ہاں رہائش رکھنے کی ہدایت کر دی گئی۔ میرے ساتھ ڈیوٹی کے لئے جو نفری روانہ کی گئی تھی وہ محکمہ پولیس کا صرف ایک کنسٹیبل، دو جانباز فورس کے آدمی اور تین ایسے سول آدمی تھے جنہوں نے سپیشل پولیس کے بیج لگا رکھے تھے اور دو رضاکاران یعنی جس شخص پر بحیثیت افسر کے میں کچھ توقعات رکھ سکوں کہ وہ ہر دکھ سکھ میں میرا ساتھ دے گا تو وہ صرف ایک کنسٹیبل ہی تھا۔ باقی لوگوں کی شخصیت مشکوک ہو سکتی تھی، اور اسلحہ بھی نہ ہونے کے برابر اور ساتھ یہ ہدایت بھی کر دی گئی تھی کہ اگر آپ نے قانون کی حفاظت کرنے کی زیادہ کوشش کی تو اپنے ذمہ دار آپ ہی ہوں گے اور ہر قسم کی مداخلت سے باز رہنے کی ہدایت کر دی گئی تھی۔ چنانچہ ہم ۶ اور ۷ مارچ کو درمیانی شب کو ہدایت کے مطابق اس شخص کے ہاں پہنچ گئے۔ جہاں ہمیں رہنے کی ہدایت کر دی گئی تھی۔ پہلے تو میں اپنی گارد کے ہمراہ ہی رہا۔ رات کو تقریباً ۹ بجے مجھے یہ پیغام ملا کہ آپ کے لئے الگ انتظام ہے۔ آپ وہاں ملیں۔

میں نے اپنا سامان وغیرہ و اسلحہ اپنے ساتھ والے کنسٹیبل کے حوالے کیا۔ کیونکہ میں نے اس بستی کے بچوں کی زبانی قسم قسم کی باتیں سن کر اس سے کچھ نتیجہ اخذ کر لیا تھا۔ اور کنسٹیبل کو ہدایت کر دی تھی کہ میرے واپس نہ آنے کی صورت میں میرا سامان بحفاظت پہنچا دے گا۔ اور رات کو جاگتا رہے کہیں سامان اور اسلحہ وغیرہ چوری کر لینے کا بھی کوئی منصوبہ نہ ہو۔ میں ایک پیغام رساں آدمی کے ہمراہ ایک الگ جگہ پر پہنچا۔ وہاں پہنچ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ پریذائیڈنگ افسر بھی وہاں موجود تھا۔ اور اس کے چہرے سے ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ایک اور آدمی بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے سات تاریخ کو ہونے والے پولنگ کے بارے میں اور مناسب اقدامات کے بارے میں پریذائیڈنگ افسر سے تبادلہ خیال کرنے کی کوشش کی تو افسر مذکور دہل گیا۔ اور گفتگو سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں سمجھ گیا اور خاموش ہو گیا۔ تقریباً دس پندرہ منٹ خاموشی کے بعد وہ پرائیویٹ آدمی جو چہرے مہرے سے اچھا بھلا آدمی دکھائی دیتا تھا۔ میرے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا۔ جو کچھ اس طرح سے تھی۔

ہاں صاحب تو آپ کے ساتھ کتنی نفری اور اسلحہ ہے؟ اس نے سوال کیا۔

میں نے جواباً کہا کہ اس قدر ہے۔ جتنی کہ اس اہم ڈیوٹی کے لئے ضروری ہے، ویسے ہم تو صرف اپنا وقت پاس کرنا چاہتے ہیں کسی سے لڑنے کا ارادہ تو ہے نہیں۔

تو ہمیں کتنا اسلحہ اور نفری کی ضرورت پڑے گی۔ دراصل میں نے اس کا انتظام کرنا ہے۔ سوال ہوا۔

جواب۔ آپ کو بھائی جان اسلحہ کی کیا ضرورت ہے اسلحہ تو پولنگ کے لئے ساتھ لے جانا جرم ہے۔ اگر آپ جیسے ذمہ دار لوگ بھی قانون کی خلاف ورزی پر اتر آئیں تو ہم دوسرے لوگوں سے کیا توقع رکھیں؟

تو اس کا مطلب ہے۔ آپ ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کریں گے۔ یہ الفاظ اس نے

نہایت تحکمانہ لہجے میں کہے۔

میں نے جواب میں کہا۔ کہ اس بارے میں کسی تعاون کی آپ مجھ سے امید نہ رکھیں میں کسی پارٹی سے تعلق نہیں رکھتا میں تو پاکستان کی پولیس کا فرد ہوں۔

وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہوئے اتنا کہا کہ آپ کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔

وہ آدمی اٹھ کر چلا گیا کچھ فاصلے پر ایک جیپ کھڑی تھی اس کی لائٹیں جلائیں اور جیپ چلا کر چلا گیا۔ جب میں مطمئن ہو گیا کہ وہ چلا گیا ہے تو میں پرایذیڈنگ افسر سے اس آدمی کے بارے میں پوچھنے لگا یہ آدمی کون ہے اور پارٹی سے تعلق رکھتا ہے؟

پرایذیڈنگ افسر نے خوف و ہراس میں ادھر ادھر دیکھا۔ نہایت گھبراہٹ میں بولا کہ یہ پیپلز پارٹی کا قومی اسمبلی کا امیدوار تھا آپ نے یہ اچھا کام نہیں کیا۔ کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے میں نے اس کی ڈھارس بندھواتے ہوئے کہا کہ آپ بالکل بہادری سے انصاف کریں اگر کسی نے آپ کے کام میں رکاوٹ ڈالی تو دیکھا جائیگا۔

اس نے میرا نام لیتے ہوئے کہا کہ نہیں آپ نہیں جانتے اس گفتگو کو ہی چھوڑیں۔ میں خاموش ہو گیا اور وہ اپنے کام کاج میں مصروف ہو گیا۔ میں صبح اٹھا اور اپنی گارد کو تیار کر کے ڈیوٹی والے مقام پر چلا گیا۔ ملازمان کو اپنی اپنی ڈیوٹی سمجھائی۔ اتنے میں اتحاد پارٹی کے کچھ ارکان پرچیاں نام اور سیریل نمبر تقسیم کرنے کے لئے آتے تھے آ گئے۔ میں نے ان کو ایک جگہ کیمپ لگانے کی جگہ بتا دی۔ وہ خاموشی سے چلے گئے اور اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ میں ان کے ہاں گیا اور پولنگ ایجنٹ مقرر کرنے کا کہا۔ میں واپس پولنگ اسٹیشن کی چار دیواری میں آیا۔ اتنے میں دو ٹرک جو آدمیوں سے بھرے ہوئے تھے آئے۔ میں نے ٹرک کو باہر رکنے کا اشارہ کیا ٹرک رک گئے۔ دونوں ٹرکوں سے آدمی اترنے لگے۔ جب تمام آدمی اتر چکے تو انہوں نے پیپلز پارٹی کا ایک جھنڈا لیا تمام کے تمام آدمی لاٹھیوں کلہاڑیوں اور بندوقوں سے مسلح تھے۔ پولنگ اسٹیشن کے اندر زبردستی گھس کے اندر جھنڈا گاڑ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے پرایذیڈنگ افسر کی طرف دیکھا جو خاموشی سے اپنا منہ نیچے کئے بیٹھا ہوا تھا جب مجھے میرے پرایذیڈنگ افسر کی جانب سے کوئی اشارہ نہ ہوا تو میں بھی خاموش ہو گیا۔ وہی رات والا پیپلز پارٹی کا امیدوار آگے بڑھا۔ میرا گریبان پکڑ لیا۔ اور ننگی گالیاں دینے لگا۔ دوسرے اس کے ساتھ والوں نے میرا ریوالور چھین لیا۔ مجھے اسی حالت میں پکڑ کر باہر لائے اور باہر کھڑا کر کے یہ ہدایت کی کہ اسلحہ اٹھانے کا حق آپ کو نہیں ہے آج کے دن۔ آپ اپنی ڈیوٹی باہر ٹھہر کر دیں وہ مجھے چھوڑ کر پھر اندر چلے گئے۔ میں نے اتحاد پارٹی کے بیٹھے ہوئے لوگوں کو اندر بلایا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم ادھر ٹھیک سے بیٹھے ہیں۔

میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اپنے کنسٹیبل سے اسلحہ لے کر فائر کھول دوں اور تمام غنڈوں کو موت کی گھاٹ اتار دوں۔ پھر خیال آیا کہ کل حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہوگا کہ یہ قوم اور ملک کا غدار ہے۔ جس نے اتنی بے دردی سے قوم کے "باعزت" شہریوں کو تہ تیغ کیا ہے۔ پھر خیال آیا کہ قوم کے شریف شہری تو اتحاد پارٹی سے تعلق بھی رکھتے ہیں کیا وہ میری صفائی نہ دیں گے کہ یہ قوم کا غدار نہیں ہے بلکہ غنڈوں کا دشمن ہے۔

میں نے کنسٹیبل سے رائفل لی رائفل کو لوڈ کیا اور پولنگ اسٹیشن کے اندر داخل ہوا۔ ارادے خطرناک تھے لیکن ہوش قائم تھا۔ میں نے ایک مینار کی آڑ لے کر غنڈوں کو متنبہ کیا کہ آپ لوگ یہاں سے ہٹ جائیں ورنہ سب کو چھلنی کر دیا جائے گا۔ پرایذیڈنگ افسر اب بھی بدستور خاموش ہی تھا۔

اتحاد پارٹی کی جانب سے ایک پولنگ ایجنٹ نے میری حمایت میں زبان کھولنے کی کوشش کی۔ مگر اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے اتحاد پارٹی کے ایجنٹ نے اسے خاموش کر دیا اور یہ بھی کہا کہ آپ یوں بیٹھے رہیں جیسے کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ جب میں نے یہ الفاظ سنے تو میرے دماغ نے فیصلے کرنے شروع کر دیتے کہ ایک تو آج کے بعد اپنے ان لخت جگر کو نہیں دیکھ سکو گے جو چھ ماہ سے رخصت ملنے پر الوداع کہہ کر دوڑے آتے ہیں اور لپیٹ جاتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ جو سب سے سنگین مسئلہ ہے۔ مجھے قوم ہمیشہ کے لئے غدار اور انسان دشمن کہہ کر پکارے گی۔ میری صفائی دینے والا تو بھی کوئی نہیں۔ اتحاد پارٹی والے بھی تو مجھے پولیس والا سمجھ بیٹھے ہیں۔ جن کے بقول پولیس والے بھٹو کے ہی ایجنٹ ہیں۔ ان خیالات کے آتے ہی انگلی بندوق کے ٹریگر پر رک گئی پھر خیال آیا کہ اتحاد پارٹی والے شریف انسان ہیں۔ شریف کا اور بدمعاش کا جوڑ بھی تو نہیں ہو سکتا شاید اسی لئے خاموش ہوں۔ تو بہرحال اس دھمکی کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ غنڈے باہر چلے گئے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ جاتے جاتے ووٹوں کی ۸ کاپیاں سو والی بھی ہمراہ لے گئے ہیں اور ایک بیلٹ بکس اور مہریں وغیرہ۔

جس کا پرایذیڈنگ افسر نے مجھ سے بعد میں ذکر کیا۔ اس وقت تو ایک استاد بھی بھیج دیا گیا۔ جنہوں نے فہرستوں سے وہ نام کاٹے جن کے ووٹ وہاں غنڈوں نے جاری کئے اور ان کو بیلٹ بکس میں ڈالا اور بیلٹ بکس دوسرے بھرے ہوئے کے ساتھ رکھ دیا گیا اور نتیجہ نکلنے پر پیپلز پارٹی کا امیدوار "بھاری اکثریت" سے جیت گیا تھا۔

دس تاریخ کو تو بائیکاٹ کی وجہ سے آٹھ دس پیپلز پارٹی کے امیدوار آئے اور فہرستوں سے نام کاٹ کاٹ کر کہیں دستخط اور کہیں پانچوں انگلیوں سے انگوٹھوں کا کام لے کر کم از کم ساٹھ فیصد ووٹ بھگتائے گئے۔ اور ان میں سے کچھ اتحاد پارٹی کے امیدواروں اور کچھ آزاد ممبروں کے انتخابی نشانات پر بھی مہریں لگائی گئیں۔ یہ تھا انتخابات کا آئینہ۔

اسی قسم کے تمام واقعات میرے تمام دوستوں نے بھی بتلائے۔ جن کے بارے میں بھٹو صاحب حلف اٹھاتے ہیں کہ بالکل آزادانہ اور منصفانہ ہوتے ہیں۔

مرحبا اہلِ کراچی مرحبا

محمد فاروق قریشی

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو کی یہ پالیسی رہی ہے کہ جن علاقوں سے ان کی پارٹی کو پذیرائی نہ بخشی جائے، لوگ ان کے پروگرام اور وعدوں پر یقین نہ کریں انتخابات میں ووٹ نہ دیں تو ان علاقوں سے انتقام لیا جائے۔ مشرقی پاکستان جہاں سے جناب بھٹو نے الیکشن میں ہی حصہ نہ لیا تھا۔ اس کے عشر کے علاوہ موجودہ پاکستان میں صورت حال پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ ۱۹۷۰ء کے آزادانہ انتخاب میں صوبہ سرحد اور بلوچستان نے کلی طور پر جب کہ پنجاب میں ضلع ڈیرہ غازی خان اور سندھ میں کراچی حیدرآباد نے ان کی پارٹی کو مسترد کر دیا تھا۔ وہ روٹی کپڑا اور مکان کے دام میں نہیں آئے۔

بھٹو صاحب نے برسر اقتدار آنے کے بعد ان علاقوں سے ان کے سیاسی شعور اور آزادانہ رائے کا اس قدر انتقام لیا کہ ان کو سیاسی اور معاشی طور پر مفلوج کر کے رکھ دیا۔

سرحد و بلوچستان میں جیسی صورت حال بیت چکی اور بیت رہی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں مختصراً یہ کہ کم از کم بلوچستان کے لوگوں کا جینا دوبھر ہو چکا ہے اور ازلی کاسہ لیس اور پشتینی وفادار قسم کے وڈیرے عوامی حکومت کے نام پر عوام پر مسلط ہیں اور وسیع پیمانے پر خورد برد کا ایسا کاروبار چلا رہے ہیں کہ اس کی مثال کم از کم اس سے قبل نہیں مل سکتی۔ یہی لوگ کبھی وزیر اور کبھی مشیر کے روپ میں عوامی مفادات کے بلا شرکت غیرے مالک اور مرکزی حکومت کی طرف سے جو رقم بظاہر صوبے کی فلاح و بہبود کے لئے مختص کی جاتی ہے وہ دراصل ان وفاداروں کی وفاداری کا صلہ ہوتا ہے۔ اور یہ آپس میں بندر بانٹ کر لیتے ہیں۔

صوبہ سرحد میں قائد حزب اختلاف کا علاقہ ڈیرہ اسمٰعیل خان آج کے ترقی یافتہ دور اور بھٹو صاحب کے نئے پاکستان میں بھی پانی جیسی قدرتی اور فطری بنیادی ضرورت سے ہنوز محروم ہے۔ اس کا جرم یہ ہے کہ مولانا مفتی محمود جیسے آدمی کو کیوں منتخب کیا۔ جب کہ صوبہ سندھ کا بدین جہاں پر پانی اور آب رسانی کا انتظام اس قدر گندہ تھا کہ الحفیظ و الامان لیکن اب آپ جا کر دیکھیں کہ گلی کے بیچ گندے نالے کو گٹر سسٹم میں تبدیل کر دیا ہے اور پانی کا ایسا انتظام ہے کہ کیا کراچی میں ہوگا۔ شہر کیا ہے گلستان ہے۔ یقین ہی نہیں آتا کہ یہ بدین ہی ہے۔ یہ سب کیوں نہ ہو۔ آخر اس علاقے نے بھٹو صاحب کو کامیاب کرایا تھا۔

پنجاب کے علاقے ضلع ڈیرہ غازی خان کو دیکھیں تو اس کی معیشت پر بھی کوئی خاطر خواہ کام اس لئے نہیں ہو سکا کہ اس کا جرم بھی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان والا ہی ہے۔

یہ ضلع خام لوہے اور تیل جیسی قدرتی دولت سے مالا مال ہے۔ لیکن یہاں پر سٹیل مل اور دیگر صنعت کے قیام کی ضرورت کا احساس اب تک نہیں کیا جا سکا۔

کراچی کو حزب اختلاف کا شہر کہا جاتا ہے کیونکہ یہ شہر شروع ہی سے حق گو اور حق پرست افراد کا مسکن ہے۔ ایوب آمریت کے خلاف بھی محترمہ فاطمہ جناح کو مغربی پاکستان میں اسی عظیم شہر نے کامیاب بنایا تھا ویسے بھی ہر قومی تحریک میں کراچی کے جیالے سر فہرست رہے ہیں۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں بھی اس شہر نے بھٹو صاحب کے خلاف فیصلہ دیا۔ اور ایسے لوگوں کو منتخب کیا۔ جنہوں نے اسمبلی میں قوم کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔

بھٹو صاحب نے حسب عادت اس شہر کو دل کا کانٹا بنا لیا۔ سب سے پہلے کراچی کے لوگوں کو معاشی طور پر مفلوج کرنے کے لئے سرکاری ملازمتوں میں ان کا حصہ ختم کر دیا گیا۔ بھٹو حکومت سے قبل پاکستان میں سب سے زیادہ روزگار کے مواقع کراچی میں تھے اور کراچی کے علاوہ پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کے لوگ یہاں آکر روزگار حاصل کرتے تھے۔ لیکن بھٹو صاحب کے دور حکومت میں یہ عالم ہوا کہ صوبہ سندھ کی تمام سرکاری ملازمتوں میں سندھ کا ڈومیسائل ضروری قرار دیا اور کراچی کو عملاً سندھ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ کیونکہ کراچی کے ڈومیسائل کو سندھ کا ڈومیسائل نہیں سمجھا جاتا۔ ہر ملازمت کے اشتہار میں جہاں ڈومیسائل کی شرط ہوتی ہے وہ ڈومیسائل سندھ ماسوائے کراچی حیدرآباد اور سکھر لکھا ہوتا ہے۔

طرفہ تماشا یہ کہ بھٹو صاحب اور سندھ کے حکمران یہ کہتے نہیں تھکتے کہ سندھ میں بسنے والے تمام سندھی ہیں خواہ وہ مہاجر ہوں یا پٹھان پنجابی ہوں یا بلوچ۔ لیکن عملی طور پر سندھی اور غیر سندھی کی تقسیم روا رکھتے ہوئے صوبائی تعصب کو ہوا دی جا رہی ہے جو بالواسطہ طور پر کراچی اور حیدرآباد سے انتقام لینے کے مترادف ہے۔

فیڈرل پبلک سروس کمیشن میں بھی کراچی کا کوٹہ اس کی آبادی اور حق کے تناسب سے انتہائی کم ہے۔ آج سندھ سیکرٹریٹ میں ہر محکمہ اور دفتر میں آفیسر سے لے کر چپڑاسی تک سندھی ہے۔ لیکن کراچی جہاں تعلیم کا تناسب پاکستان میں سب سے زیادہ ہے۔ قابل اور ہنرمند افراد محض صوبائی تعصب اور سیاسی انتقام کی زد میں آکر بے روزگاری کی چکی میں پس رہے ہیں اور ملک کا جوہر قابل ضائع ہو رہا ہے۔

ملازمتوں کا مسئلہ تعلیم یافتہ افراد سے متعلق ہے۔ دیگر طبقات سے متعلق افراد سے لسانی فسادات کے ذریعہ انتقام لیا گیا۔ کراچی اور حیدرآباد

میں خون کی ہولی کھیلی گئی۔ شہریوں کی دکانیں اور مارکیٹیں تباہ کر دی گئیں اور قیمتی جانوں کا ضیاع کیا گیا اور نفرت کی آگ بھڑکائی گئی کہ اب تک بجھنے کا نام نہیں لیتی۔ پاکستان کے تمام باشندے جو آپس میں اسلامی اخوت کے رشتے سے بھائی بھائی ہیں محض صوباتی اور لسانی تعصب میں الجھا دیئے گئے جس کی وجہ سے ان کی تمام تر صلاحیتیں منفی استعمال ہوئیں اور ملک کو بحیثیت مجموعی نقصان اٹھانا پڑا۔ ان ہنگاموں اور فسادات کی فضا چھٹنے کے بعد جناب بھٹو نے بہتیر تعمیراتی منصوبے سرانجام دیئے لیکن موجودہ انتخابات میں کراچی کے عوام نے ایک بار پھر حسب روایت حق و صداقت کا علم بلند کیا اور بھٹو صاحب کو پھر مایوس کیا۔

انتخابات کے دوران منصوبے کے مطابق ملک بھر میں دھاندلیاں کرائی گئیں۔ لیکن کراچی کے عظیم شہریوں نے اس کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور تمام سرکاری ہتھکنڈے ناکام بنا دیئے۔

عبدالستار گبول، عبداللہ بلوچ اور اکبر لیاقت جیسے آدمی وہاں سب کچھ چاہنے اور کرنے کے باوجود کچھ نہ کر سکے۔ سوائے عبدالحفیظ پیرزادہ کے جن کا انتخابی حلقہ شہر کے مضافات اور دیہی علاقے پر مشتمل تھا اور صوباتی یا مرکزی وزیر کراچی کے عوام کو دھوکہ دینے اور ان کا حق چھیننے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ دوران انتخاب کراچی کی خواتین نے جس جوانمردی اور عالی ہمت کا ثبوت دیا۔ اس کی تعریف جس قدر بھی کی جائے کم ہے۔

پاکستان قومی اتحاد کا والہانہ خیر مقدم کیا گیا اور رہنمایان ملت کے لئے دماغ و دل فرش راہ کر دیتے۔ اسی لئے پاکستان قومی اتحاد کی انتخابی مہم کا آغاز کراچی ہی سے کیا گیا۔

سابقہ انتخاب میں ملک گیر دھاندلی کے خلاف پاکستان قومی اتحاد نے تحریک کا اعلان کیا تو کراچی کے عوام نے پرجوش انداز میں خیر مقدم کیا۔ ملک گیر ہڑتال ہوئی تو کراچی کے باشندوں نے ریل کا پہیہ تک جام کر دیا۔ تمام شاہراہیں ویران و سنسان نظر آتی تھیں۔ محلے تک کی دکانیں بند تھیں۔ ضرورت کی تمام چیزیں ملنا ناممکن ہو گئی تھیں اور صوبائی الیکشن کے روز سرکاری جماعت کے تمام پولنگ سٹیشن محض شامیانے اور قناتوں کا نام بن کر رہ گئے۔ کراچی کا کوئی باشعور شہری اس طرف نہ گیا۔

اب تحریک کا یہ عالم ہے کہ ہر سو دھاندلی مردہ باد اور اسلامی نظام زندہ باد کے نعرے اور انقلاب انقلاب اسلامی انقلاب کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

ہر روز دفعہ ۱۴۴ جیسی غیر آئینی دفعہ کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں اور دھاندلی کے خلاف بطور احتجاج گرفتاریاں پیش کی جاتی ہیں۔

لوگوں کے جذبات کا یہ عالم ہے کہ سیل سمندر کی طرح رکنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ لیکن سرکاری گماشتے اور پولیس آفیسر نہتے شہریوں کو تشدد کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ خود گاڑیاں جلا کر فائرنگ کا جواز پیدا کیا جا رہا ہے اور روزانہ بے گناہ شہریوں کو خاک و خون میں نہلایا جا رہا ہے۔

تازہ ترین اطلاع کے مطابق شہر میں ہر طرف دھواں نظر آ رہا ہے۔ تمام شہر دھاندلی کے خلاف سراپا احتجاج بن گیا ہے اور یہاں تک کے شہری انتظامیہ مفلوج ہو کر رہ گئی ہے اور اب شہر کو فوج کے حوالے کر دیا گیا اور شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا ہے اور چاروں طرف فوج گشت کر رہی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح دھاندلی کا جواز پیدا کیا جا سکتا ہے؟ اور شہریوں کے جذبات پر قدغن لگائی جا سکتی ہے؟

نہیں ہرگز نہیں۔ مرحبا اہل کراچی مرحبا۔

بقیہ۔ مسئلہ فلسطین

تحریک کا سرگرم لڑاکا حصہ ہے۔ یہ تحریک سامراج مخالف کی حکمت عملی سے پوری طرح لیس ہے۔ اس کے اپنے باقاعدہ فوجی دستے ہیں۔ اپنی فکر اور خارجہ حکمت عملی ہے۔ فلسطینی تحریک مزاحمت کے اس منظم کردار نے اس کے وقار میں بے حد اضافہ کیا ہے اور اسے وسیع تر عرب عوامی حلقوں میں بے حد مقبول بنا دیا ہے۔

فلسطینی تحریک کو بلاخوف تردید اور مکمل دلائل کے ساتھ دنیا کے اس حصے کی انقلابی سامراج مخالف تحریکوں میں سے ایک زبردست تحریک کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ فلسطینی عوام کے جائز حقوق کے حصول کے لئے مبنی برانصاف جدوجہد کی سوویت عوام نے ہمیشہ بھرپور حمایت کی ہے اور ان کے قومی حقوق کو تسلیم کیا ہے۔ سوویت یونین کے لئے فلسطینی عوام کی موجودہ جدوجہد کی حمایت ان کے لئے ایک اصول کی حیثیت رکھتی ہے اور انہوں نے ہمیشہ فلسطینی عوام کے حق خودارادیت اور اپنی آزادانہ قومی ریاست بنانے کے حق کی پرعزم اور بھرپور حمایت کی ہے۔ سوویت یونین اس مسئلے کے منصفانہ حل کو مشرق وسطیٰ کے مسائل کے مکمل حل کی کلید سمجھتا ہے۔

مسئلہ فلسطین پر سوویت حکومت کے اصولی موقف کی ایک اور مثال ۲۸/اپریل ۱۹۷۶ کا مشرق وسطیٰ کے مسائل کے بارے میں سوویت بیان ہے۔ جس میں خاص طور پر فلسطینی عوام کے جائز قانونی حقوق کی بحالی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس بیان میں ان کی آزاد قومی ریاست کے قیام کے پیدائشی حق کو بھرپور طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

مشرق وسطیٰ کے تمام متنازعہ مسائل جس میں فلسطینی مسئلہ بھی شامل ہے کا جائز اور مناسب حل جنیوا امن کانفرنس کے بین الاقوامی ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ یہ ادارہ اس مقصد کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔ اور اس میں بشمول تنظیم آزادی فلسطین وہ تمام قوتیں شامل ہیں۔ جو اس مسئلہ سے براہ راست متعلق ہیں۔

بقیہ: اداریہ

میں جس طرح آزادی کی جنگ لڑی جا رہی تھی آج بھی عوام آزادی اور اپنے حقوق کی بازیابی کی جنگ لڑ رہے ہے۔ بلکہ یوں کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ موجودہ جنگ انگریز کے دور کی جنگ سے زیادہ اعصاب شکن اور ہوش ربا ہے۔ مگر اس جنگ میں بھی بالآخر فتح عوام کی ہوگی۔ اور بزعم خویش کرسی کو مضبوط سمجھ کر کرسی سے چمٹا رہنے والا کمزور جسم گمنامی کے گڑھوں میں دھکیل دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

جمعیۃ علما اسلام کی سرگرمیاں

مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی اور منشی غلام صادق کی وفات پر جمعیۃ کی طرف سے اظہارِ تعزیت

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم زاہد الراشدی نے گذشتہ روز ہری پور ہزارہ میں تحریک آزادی کے نامور مجاہد اور جمعیۃ علماء اسلام ہزارہ ڈویژن کے امیر حضرت مولانا حکیم عبدالسلامؒ کی وفات پر ان کے فرزند جناب محمد طارق و جناب حکیم عبدالرشید سے تعزیت کی اور دعائے مغفرت کی۔ مولانا فضل رزاق صاحب ان کے ہمراہ تھے۔ اس موقع پر آپ نے کہا کہ حکیم صاحب نے پوری زندگی قوم کی آزادی، اسلامی نظام کے نفاذ، اور یونانی طب کی ترقی کے لیے گذاری ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ نئی نسل کو ان کے کارناموں سے آگاہ کیا جائے۔

بعدازاں آپ نے راولپنڈی میں مقامی جمعیۃ کے ناظم اعلیٰ اور پرانے سیاسی کارکن جناب منشی غلام صادق کی وفات پر ان کے فرزندان سے تعزیت کی اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ جمعیۃ کے رہنما جناب مولانا قاری محمد امین صاحب اور جناب شیخ محمد موسیٰ صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔

آپ نے کہا منشی صاحب مرحوم بزرگ سیاسی کارکن اور اہل حق کے مخلص اور سرگرم ساتھی تھے اور ان کی وفات سے ہم ایک باصول ساتھی سے محروم ہوگئے ہیں۔

جمعیۃ کی تمام شاخیں متوجہ ہوں

جمعیۃ علماء اسلام کی تمام ضلعی صوبائی و ابتدائی شاخوں سے گذارش ہے کہ وہ بحالی جمہوریت کے لیے پاکستان قومی اتحاد کی حالیہ تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور جماعتی رہنماؤں و کارکنوں کی گرفتاریوں، مقدمات، پولیس تشدد و دیگر ضروری تفصیلات و کوائف سے بالائی جمعیتوں کے دفاتر کو مسلسل آگاہ کرتی رہیں نیز ہر سطح پر جماعتی عہدیداروں سے گذارش ہے کہ تحریک میں حصہ لینے اور گرفتاریاں پیش کرنے والے کارکنوں کی حوصلہ افزائی اور غریب کارکنوں کے اہل خانہ کی معاونت کے سلسلہ میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہ رکھیں۔

منجانب: ابو عمار زاہد الراشدی
ناظم جمعیۃ علماء اسلام پاکستان۔

جمعیۃ میں شمولیت

جناب راؤ محمد اسلم صاحب مالک المنتظر ہوٹل خانیوال جو کہ کبیر والا کی صوبائی سیٹ نمبر ۱۵۹ سے بطور آزاد امیدوار انتخاب میں حصہ لے رہے تھے انتخاب کے بائیکاٹ کے مطابق انہوں نے بھی بائیکاٹ کر دیا اور جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کر کے پاکستان قومی اتحاد خانیوال میں شامل ہو گئے ہیں۔ ان کی شمولیت سے کبیر والا میں جمعیۃ علماء اسلام اور پاکستان قومی اتحاد کو خاصی تقویت ملی ہے۔ کارکنان اور عہدیداران پاکستان قومی اتحاد خانیوال ان کو خوش آمدید کہنے کے علاوہ ان کی شمولیت پر دلی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

احقر محمد عالم جاوید
ناظم جمعیۃ علماء اسلام ضلع ملتان۔

سابق ناظم دفتر صوبہ سندھ عبدالستار بروہی کہاں ہیں؟

جمعیۃ علماء اسلام کراچی کے رہنما اور صوبہ سندھ مجلس شوریٰ کے سینئر رکن محمد عثمان الوری نے کہا ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام کے دیرینہ کارکن اور کراچی و صوبہ سندھ کے سابق ناظم دفتر جناب عبدالستار بروہی گذشتہ ڈیڑھ ماہ قبل کوئٹہ سے کراچی تشریف لائے تھے اور انہوں نے مولانا محمد زکریا صاحب کے یہاں دو تین روز قیام بھی کیا تھا اور جس روز ان کا پہلا انتخابی جلوس نکلا اس دن وہ صبح مدرسہ انوار العلوم میں کارکنوں سے ملے۔ اس کے بعد ان کی خیریت معلوم نہ ہو سکی۔ ان کے برادر خورد بھی ان کو تلاش کرتے رہے اور دوسرے جماعتی احباب بھی از حد پریشان ہیں۔

اگر کسی صاحب کو ان کے متعلق معلومات ہوں تو ترجمان اسلام کے دفتر میں مطلع فرمائیں۔

التوا جلسہ سالانہ مدرسہ اسلامیہ

صادقیہ عباسیہ منچن آباد

ملکی انتخابات کے بعد انتہائی نامساعد حالات کے پیش نظر مدرسہ اسلامیہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد کا سالانہ جلسہ منعقدہ مؤرخہ یکم دو تین اپریل ۱۹۷۷ء ملتوی کر دیا گیا ہے۔

(مولانا) محمد شریف مہتمم مدرسہ

موت العالِم موت العالَم

سانحۂ ارتحال!

قارئین ترجمان اسلام کو یہ خبر پڑھکر نہایت دلی صدمہ ہوگا۔ کہ استاذ العلماء عالم باعمل حضرت مولانا غلام حسین صاحب سابق صدر مدرس دار العلوم عربیہ نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان بقضائے الٰہی ۸ مارچ کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں محقق عالم دین ہونے کی حیثیت سے یہ خلا شاید ہی پر کیا جاسکے۔

اس وقت ہزاروں کی تعداد میں مرحوم کے شاگرد علماء و فضلاء درس و تدریس اور تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن سرگودھا

سرگودھا۔ بار ایسوسی ایشن نے آج اپنے اجلاس میں فری لیگل ایڈ کمیٹی قائم کی گئی جس کا کنوینر جہانگیر شیخ ایڈووکیٹ کو مقرر کیا گیا ہے۔ کمیٹی کے دیگر اراکین مندرجہ ذیل مقرر کیے گئے۔

۱- چوہدری عبدالحمید بھٹی

۲- چوہدری فضل الٰہی صاحب

۳ ملک محمد اقبال صاحب

۴ امتیاز احمد چٹھہ۔ صاحب

۵ ضیاء اللہ گوندل ″

۶ ضیاء الرحمٰن سیفی ″

۷ میاں نصیر احمد ″

۸ مفتی محمد طفیل ″

۹ اعجاز علی سید ″

۱۰ مرزا محمد افضال ″

۱۱ نصیر احمد قریشی ″

۱۲ خواجہ عطا محمد ندیم ″

۱۳ جہانگیر سرور شیخ ″

عوام سے اپیل کی گئی کہ وہ سیاسی معاملات کے سلسلے قانونی امداد حاصل کرنے کے لیے متعلقہ کمیٹی سے رجوع کریں۔

صدر ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن

سرگودھا۔ چوہدری عبدالحمید بھٹی۔

ایک بے لگام صاحبزادہ

ایوبی دور کے شہرت یافتہ صاحب زادہ فیض الحسن نے بھائی پھیرو کے ایک جلسہ(؟) میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

"ابرہہ کا لشکر جو بیت اللہ کو ڈھانے کے لیے آیا تھا اس کے پاس جو ہاتھی تھا اس کا نام بھی "محمود" تھا اور اس ملک کو تباہ کرنے والا بھی مفتی محمود ہے۔"

اس غنگ بے لگام "ملا" کو علم ہونا چاہیے کہ حضرات مؤرخین نے لکھا ہے کہ ابرہہ کا لشکر جب بیت اللہ شریف کے قریب آکر قیام پذیر ہوا تو ایک ایسا آدمی جس کو ذبردستی قید کر کے رہنمائی کے لیے ساتھ لایا گیا تھا اس نے "محمود" کے کان میں کہہ دیا کہ:

ارجع یا محمود فانک فی بلد اللہ المحرم

اے محمود واپس لوٹ جا کیونکہ تو اس وقت اللہ کے مقدس شہر میں ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ اس ہاتھی کی کیفیت یہ تھی کہ وہ وہیں جم گیا۔ اس کے بعد فیلبان نے ہر ممکن کوشش کی اور بہت مارا تاکہ وہ آگے بڑھے اور حملہ کرے، لیکن محمود جما رہا اور آگے بڑھنے کا نام تک نہ لیا۔ البتہ جب واپسی کا رخ ہوتا تو وہ بے ساختہ دوڑ پڑتا۔

اور پھر یہاں تک ہوا کہ اسی "محمود" کی ترکتازیوں سے ابرہہ کا لشکر کچلا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "محمود" نے ہمیشہ ہی شعائر اسلام کی حفاظت کا کردار سرانجام دیا ہے۔

اور پھر صاحبزادہ صاحب کی معلومات کیلیے عرض ہے کہ "محمود" تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں سے ایک ہے!

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گاروں کے لیے جہاں سربسجود ہوں گے وہ مقام بھی "محمود" ہے ـــ!!

نیز مشہور بت شکن بھی "محمود" تھا۔

اور انگریز کو ناک چنے چبوانے والا بھی "محمود" ہی تھا۔ اسی طرح یہ محمود بھی وقت کے ابرہہ کے لشکر کو کچل کر رکھ دے گا اور اسلام کی حفاظت و سربلندی کے لیے وہ کردار ادا کرے گا کہ رہتی دنیا تک اس کا نام تاریخ کے حسین عنوان کے طور پر باقی رہے گا اور مخالفت کرنے والے خس و خاشاک کی مٹ جائیں گے۔

ضرورت رشتہ

ایک سکول ماسٹر عمر ۴۰ سال جس کا کوئی بھی رشتہ دار نہیں نہ ہی والدین، کے لیے غریب بیوہ یا مطلقہ رشتہ چاہیے

تفصیل سے لکھیں: معرفت ہیڈ ماسٹر منڈ طیبالی

ڈاک خانہ شاہدرہ باغ شیخوپورہ

جاوید پراچہ، ندیم اقبال، صفدر چوہدری، زرین عباسی اور عبدالمتین چوہدری گرفتار کر لیے گئے

ندیم اقبال پر پولیس تشدد کی مذمت۔ ایس ایچ او حاصل پور خبردار رہے!

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان جس کے مخلص کارکنوں نے قوم کے ہر آڑے وقت میں خود کو پیش کیا ہے۔ خواہ تحریک بحالی جمہوریت کا مرحلہ ہو یا تحریک ختم نبوت کا موقع، مدارس و مساجد کے تحفظ کی تحریک ہو یا ملک کی سلامتی اور اسلام کی سربلندی کی بات ہو۔ ہر ہر موقع پر جمعیۃ طلباء اسلام کے جیالے جانوں پر کھیل کر آگے بڑھے ہیں۔

آج کل ملک کے طول و عرض میں اسلام کی سربلندی اور دھاندلی اور بے ایمانی کے خاتمہ کی جو تحریک چل رہی ہے گذشتہ تحاریک کی طرح اس مرتبہ بھی جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے کارکن بھی خود کو گرفتاریوں کے لیے پیش کر رہے ہیں — !!

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے سینئر نائب صدر جامعہ پشاور یونین کے جنرل سیکرٹری مشہور طالب علم رہنما اور پاکستان قومی اتحاد کوہاٹ سے صوبائی اسمبلی کے امیدوار جناب جاوید ابراہیم پراچہ نے تحریک کے دوسرے روز کوہاٹ میں ایک عظیم جلوس کی قیادت کرتے ہوئے سابقہ الیکشن میں ملک گیر دھاندلی اور بے ایمانی کے خلاف بطور احتجاج خود کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔

ندیم اقبال پر پولیس تشدد

جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب کے صدر اور معروف طالب علم رہنما جناب ندیم اقبال اعوان جنہوں نے پاکستان قومی اتحاد ضلع بہاولپور، بہاولنگر کے زیر تربیت پروگراموں میں زبردست حصہ لیا انکو گذشتہ دنوں پیپلز پارٹی کی شہ پر ایس ایچ او حاصل پور نے اس وقت بے جواز اور بغیر وارنٹ گرفتار کر لیا۔ جب وہ دو اپنے طالب علم ساتھیوں سمیت غلہ منڈی سے گذر رہے تھے۔ ایس ایچ او نے ندیم صاحب کو ننگا کر کے اس قدر مارا کہ ان کے منہ اور ناک سے خون بہنے لگا اور رات بھر چارپائی سے باندھ کر ان پر زبردست تشدد کیا گیا۔ ایس ایچ او نے یہ تمام تر غیر آئینی کارروائی پیپلز پارٹی کے ایما پر کی۔ حاصل پور کے عوام نے مقامی ایس ایچ او کی شدید مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ مقامی ایس ایچ او نے پیپلز پارٹی کے لوگوں سے مفادات کے لالچ میں یہ شرمناک حرکت کی ہے۔ جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی عہدیداروں نے ایس ایچ او اور پولیس انسپکٹر حاصلپور کو خبردار کیا ہے کہ وہ ندیم اقبال کو تنہا نہ سمجھیں اور اپنی اس غیر آئینی کارروائی کا جواز پیش کریں اور معافی مانگیں۔ بصورت دیگر جمعیت طلباء اسلام پاکستان کے جیالے اس قسم کے بدخو د غلط لوگوں سے نمٹنا جانتے ہیں۔

مرکزی صدر میاں محمد عارف نے انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ایس ایچ او اور حاصل پور سے باز پرس کریں اور ان کے اسی قسم کے مکروہ فعل پر نہ صرف معطل کریں، بلکہ ان کو کڑی سزا دی جائے۔

ساہیوال

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے سابق ناظم اور معروف طالب علم رہنما جناب عبدالمتین چوہدری نے پاکستان قومی اتحاد کے زیر اہتمام ایک عظیم جلوس کی قیادت کرتے ہوئے اپنے پانچ ساتھیوں کے ہمراہ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔ جب کہ چیچہ وطنی میں جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب کے نائب صدر اور چیچہ وطنی گورنمنٹ کالج کے سابق صدر جناب صفدر چوہدری نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔

لاہور

جمعہ ۱۸ مارچ کو داتا دربار پاکستان قومی اتحاد کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلوس کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ جلوس سے قبل نمازِ جمعہ میں مسجد کے اوقافی خطیب نے تقریر کرتے ہوئے جب یہ جملے کہے کہ مساجد کو سیاست سے پاک رکھا جائے تو ایک لمحہ کے توقف کے بعد سامعین نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے۔ اور فضا پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ! کے نعروں سے گونج اٹھی۔ لوگوں نے سرکاری مولوی کو گریبان سے پکڑ کر علیحدہ کر دیا اور مسجد سے

باہر نکال دیا۔ کیونکہ وہ کسی سرکاری مولوی کے پیچھے اپنی نماز ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ انہوں نے بانگِ دہل کہا کہ ہم کسی سرکاری مُلّا کو اپنا امام تسلیم نہیں کرتے۔

عوام کے اس ردعمل کے بعد جمعیۃ طلباء اسلام لاہور کے رکن جناب محمد افضل نے خطبہ کی اذان دی اور جمعیۃ لاہور کے صدر محمد زرین عباسی نے خطبہ جمعہ پڑھا۔ نماز جمعہ کے بعد ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا اور دفعہ ۱۴۴ جیسی غیر آئینی دفعہ کے پرخچے اڑائے گئے۔ اور سابقہ انتخابی دھاندلیوں کے خلاف بطور احتجاج جناب محمد زرین عباسی چوہدری رحمت الٰہی اور دیگر چار افراد نے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔

کراچی

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان، کراچی کے کارکنوں کا اجلاس گذشتہ دنوں دفتر جمعیت جمشید روڈ میں منعقد ہوا۔ اجلاس سے کراچی کے صدر جناب محمد رفیق صاحب نے خطاب کیا اور کارکنوں کو ہدایات کیں کہ وہ پاکستان قومی اتحاد کے شانہ بشانہ موجودہ تحریک میں اپنے فرائض کو پہچانتے ہوئے جدو جہد جاری رکھیں۔

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم عمومی جناب محمد فاروق قریشی نے گذشتہ دنوں کراچی کا دورہ کیا۔ انہوں نے مولانا محمد زکریا صاحب کی عیادت کی۔ ان کے ہمراہ کراچی جمعیۃ کے صدر جناب محمد رفیق صاحب بھی تھے۔

ادھر حلقہ ڈرگ کالونی جمعیۃ کا اجلاس جناب ایم آر اعوان کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس سے حلقہ کے ناظم عمومی جناب شمس الرحمٰن عباسی نے خطاب کیا۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ سابقہ الیکشن میں دھاندلی کی وجہ سے قوم کے وقار کو جو دھچکا لگا ہے اس کو فوج کی نگرانی میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ الیکشن کرواکر تلافی کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ کراچی جمعیۃ طلباء اسلام کے کارکن پاکستان قومی اتحاد کی تحریک میں اسی پرجوش انداز میں حصہ لیں گے جس طرح انہوں نے انتخابی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔

وزارتِ تعلیم سے

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم عمومی جناب محمد فاروق قریشی صاحب نے وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ فوری طور پر یونیورسٹیاں اور دیگر تعلیمی اداروں کو کھول دینے کے احکامات جاری کریں کیونکہ بلا وجہ تعلیمی اداروں کی بندش سے طلباء غیر تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اس لیے ان کے قیمتی تعلیمی سال کو بچانے کے لیے فوری طور پر تعلیمی ادارے کھول دینے چاہیئں۔

اور وزارت تعلیم حکومت پنجاب کراچی یونیورسٹی کی طرح ایم اے کے سوالیہ پیپر انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی شائع کریں۔ کیونکہ جب اردو میں جواب دینے کی اجازت ہے تو اس کے لیے سوالیہ پیپر بھی اردو میں ہونے چاہیں تاکہ طلباء کو سوالات سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

حلقہ شیر شاہ

جمعیۃ طلباء اسلام حلقہ شیر شاہ کراچی کے مرکزی دفتر میں ایک اجلاس زیر صدارت جناب رفیق احمد صاحب منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل حضرات کو منتخب کیا گیا؛

صدر : جناب محمد سعید صاحب
ناظم : " حبیب الحق
" : " شبیر
ناظم نشریات " نعمت اللہ قریشی صاحب
خازن : " مظہر الحق صاحب

فری کوچنگ سنٹر

شکارپور۔ جمعیۃ طلباء اسلام شکارپور کی طرف سے اس سال نویں اور دسویں کلاسز کے طلبہ کے لیے فری کوچنگ سنٹر کا اہتمام کیا گیا ہے جس میں روزانہ ۴ بجے سے ۶ بجے تک پڑھائی جاری رہتی ہے۔

داخلہ فارم جمعیۃ طلباء اسلام کے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں۔

دفتر جمعیۃ طلباء اسلام شکارپور بالمقابل ڈاکٹر ایم یو خان ہزاروی شکارپور۔

صوبائی ناظم عمومی کا دورۂ کراچی

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان صوبہ [illegible] کے ناظم عمومی جناب محمد اسلم شیخ [illegible] کراچی دفتر کا معائنہ کیا۔ تمام ریکارڈ کی جانچ [illegible] کے علاوہ نشریاتی شعبہ کی کارکردگی کا [illegible] کراچی میں جمعیۃ طلباء اسلام کی کارکر[illegible] ناظم عمومی نے اطمینان کا اظہار کیا اور [illegible] ہدایات دیں۔ انہوں نے کہا کہ کراچی میں جناب محمد رفیق صاحب، حمید الحسین صاحب اور [illegible] صاحب کی سرکردگی میں جمعیۃ کا کام شب و روز ترقی کی جانب گامزن ہے اور انہوں نے امید ظاہر کی ہے کہ صوبہ کی دوسری جماعتیں بھی کراچی کی طرح طریق کار مکمل کرکے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کریں گی۔

رستم ضلع مردان

۲۲ فروری۔ جمعیۃ طلباء اسلام حلقہ رستم کے صدر عبد الواحد اور ناظم عمومی عبد الغفور ہزاروی نے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے طلبہ برادری سے اپیل کی ہے کہ وہ قومی اتحاد کا ساتھ دیں۔ انہوں نے کہا کہ طلبہ پہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ وہ اپنے حلقوں میں قومی اتحاد کے تمام پروگراموں کا بھرپور ساتھ دیں۔ اور اپنی صلاحیتوں کو اسلام کی سربلندی کی خاطر قربان کر دیں۔ رستم میں جمعیۃ طلباء اسلام کے دفتر کا گذشتہ دنوں افتتاح ہوا جس میں حلقہ کے کثیر

مکتوبات حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری مدظلہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

دو والا نامے باعث سرفرازی ہوئے میرا عرض کرنا صرف اس وجہ سے تھا، کہ مثل مشہور ہے - "خاک ہم از تو دہ بزرگ بگیر" اور یہ تو نہایت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے حضرت تھانوی مدظلہم کا عظیم الشان مرتبہ تصوف اور علوم میں معلوم ہے۔ ان کی موجودگی میں ہم جیسے ٹٹ پونجیوں کی طرف رجوع کرنا سخت غیر موزوں امر ہے۔

آپ جب کہ مولانا کی بارگاہ میں رسوخ رکھتے ہیں تو کیوں نہ وہاں ہی سے اغتراف فرمائیں۔ مولانا محمد شفیع مرحوم کے پاس سے آئے ہوئے جناب کو عرصہ گذر گیا اور اس کے بعد دو یا تین دفعہ زیارت کی بھی نوبت آئی ہے۔ مگر کبھی تذکرہ تک نہیں آیا تھا۔ بہر حال اگر جناب کو مجھ نالائق اور ننگ اسلاف کے ساتھ حسن ظن ہے۔ اگرچہ وہ غیر واقعی ہی ہے۔ میں اپنی استطاعت اور لنگڑی قابلیت کے ساتھ خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کو حضرت سید آدم صاحب بنوری قدس اللہ سرہ العزیز سے بہت زیادہ مناسبت تھی۔ اور سلوک میں ان ہی کے طریقے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اگرچہ مبتدی کے لئے چشتیہ کے اذکار و اعمال کو زیادہ مفید فرماتے تھے۔ مگر انتہا میں سید صاحب ہی کا طریقہ ان کو پسندیدہ تھا۔ بہر حال عمدہ صورت تو یہ ہوتی کہ آنجناب سے بالمشافہ گفتگو ہوتی۔ مگر اب اس وقت اس کا موقعہ نہیں ہے۔ آپ روزانہ ذکر قلبی اسم ذات پانچ ہزار کر لیا کریں۔ یعنی قلب کی طرف جو کہ بائیں پستان کے چار انگل نیچے ہے۔ توجہ فرما کر یہ خیال باندھیں کہ قلب سے لفظ اللہ نکلتا ہے اور حسب قاعدہ "من احب شیئاً اکثر ذکرہ"۔ قلب نہایت بے چینی اور محبت سے اوس محبوب حقیقی کا نام لیتا ہے۔ یہ ذکر باوضو قبلہ رو ہونا چاہیئے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ مقدار ایک ہی مجلس میں ہو۔ جس طرح آسان ہو خواہ ایک مجلس میں یا متعدد مجالس میں کریں۔ اگر آخر شب میں ہو تو بہت بہتر ہے۔ مگر لازم نہیں جس وقت بھی آسانی سے ہو سکے کریں۔ البتہ اس وقت معدہ پر نہ ہونا چاہیئے یہ مقدار روزانہ پوری ہو جانی چاہیئے۔ اور اس سے زائد جس قدر بھی آپ چلتے پھرتے اور لیٹتے بیٹھتے باوضو بے وضو کر سکیں اس میں کمی نہ کیجئے اور اس قدر توغل کیجئے کہ طبیعت ثانیہ ہو جائے۔ باوضو ہمیشہ رہنا اس کے لئے مفید تر ہے۔ آئندہ بوقت ملاقات عرض کروں گا۔ اگر خواب وغیرہ کوئی چیز معلوم ہو تو لوگوں سے تذکرہ نہ کیجئے گا۔ دعوات صالحہ سے اس روسیاہ کو فراموش نہ فرمائیں۔

۳۰ شعبان ۵۹ھ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف، والا نامہ محررہ ۸ رمضان المبارک باعث سرفرازی ہوا۔! کیفیات و احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ بہر حال آپ ذکر کی طرف توجہ فرمائیں اور بلا ناغہ ممکن حد تک مواظبت اور اکثار میں کوشاں رہیں اللہ تعالےٰ اپنا فضل فرمائے گا۔ میں باوجود اپنی شدید نالائقیت کے اپنی خدمات کو جس درجہ بھی ممکن ہوں۔ باعث شرف سمجھتا ہوں۔ والسلام، واقفین و پریشانی حال سے سلام عرض کر دیں - دعوات صالحہ فراموش نہ فرمائیں

ننگ اسلاف غفرلہ حال وارد سلہٹ نئی سڑک

۱۷ رمضان المبارک ۵۹ھ

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف والا نامہ ۴ ذوالحجہ باعث سرفرازی ہوا۔ کثرت مشغولیت کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، معاف فرمائیں، امور مسئولہ کے متعلق حسب ذیل وجوہات ہیں

(۱) ذکر کے وقت دو زانو بیٹھنا شرط نہیں جس طرح آسان ہو عمل کریں (یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم) نص ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "اگر کسی روز نکان کے سبب ترک ہو جاتے تو کوئی [illegible] تہ نہیں،" اگر اس سے مراد دو زانو بیٹھنا ترک [illegible] ہے تو جواب کلام سابق سے معلوم ہو چکا اور اگر نفس ذکر کا ترک مراد ہے تو بے شک [illegible] ہے۔ اگر وقت مقررہ پر ترک ہو جائے تو دن میں کسی دوسرے وقت میں انجام دے دیا کریں بجز عذر قوی و شدید ترک نہ فرمائیے

(۲) جہاں تک ممکن ہو بوقت ذکر جمع خاطر حاصل کیجئے اور معانی ذکر کا خیال رکھئے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اگر وساوس اور خطرات آتے اور غلبہ کرتے ہوں تو ذکر چھوڑ بیٹھیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اس بارہ میں تشدد فرماتے ہیں۔ مگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس بارہ میں تشدد نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس طرح سیل میں پانی بھی بہتا ہے اور خس و خاشاک بھی ساتھ بہتے ہیں بلکہ پانی کے اوپر رہتے ہیں۔ ان کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اسی طرح ان خطرات و وساوس کو سمجھنا چاہیئے۔ بعض لوگوں نے زیادہ شکایت کی تو فرمایا کہ اگر قلب حاضر نہ ہوا تو زبان تو ذاکر رہی۔ جسمانی ذکر تو حاصل ہوا اگرچہ قلبی اور روحی نہ ہوا۔ بہر حال جس طرح بھی ہو غنیمت ہے۔ ہاں اعلیٰ درجہ کے حصول میں کوشش بلیغ ہونی چاہیئے

(۳) جواب سابق سے معلوم ہو گیا ہے کہ یہاں